جلد ۱۵ امان ۱۳۵۳ ہش شمارہ ۳

مارچ ۱۹۷۴ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت آٹھ روپے
دیگر ممالک ایک پونڈ

فی پرچہ پچھتر پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

امان ۱۳۵۳ ہش

صفر ۱۳۹۴ ہجری مارچ ۱۹۷۴ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

قیمت سالانہ آٹھ روپے | فی پرچہ ۷۵ پیسے

فہرست مضامین

پبلشر . . . . چوہدری محمد ابراہیم صاحب

مطبع . . . . ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت . . . . دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دارالحمد جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جلد ۱۵ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۳

امان ۱۳۵۳ ہش

جب انصار نے سنا

تاریخ انصار —

"یثرب" یعنی مدینہ کے رہنے والے اوس اور خزرج قبیلہ کو انصار کا لقب اسلام نے دیا۔ بخاری میں روایت ہے کہ غیلان بن جریر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ "انصار" نام تم نے خود رکھا تھا تو حضرت انس نے جواب دیا کہ اللہ نے یہ لقب دیا تھا۔ مدینہ کے یہ قبائل حضرت اسمٰعیل کی اولاد سے تھے۔ یہ عدنانی الاصل ہیں اور ہمیشہ سے یثرب میں آباد تھے۔ دلیل یہ دی ہے کہ ابو ہریرہ نے جب انصار سے حضرت ہاجرہ کا قصہ بیان کیا تو کہا وہ تمہاری ماں ہیں بعض کا خیال ہے کہ بنو غسان کی طرح یہ بھی حجاز میں یمن سے آکر آباد ہوئے تھے۔ دراصل یہ قحطانی الاصل ہیں اور بنو کہلان کی ایک شاخ ہیں۔ ان کی ہجرت کا سبب وہ عظیم سیلاب تھا جسے سیل العرم کہا گیا ہے جس سے سبا کا علاقہ تباہ و برباد ہوا تھا۔

مرور زمانہ کے ساتھ اوس اور خزرج یہود کے زیر اثر آگئے۔ جب انہوں نے یہود کا زور توڑا تو آپس میں دونوں قبیلے لڑنے لگ گئے۔ آخری جنگ ان کی "بعاث" تھی۔ اوس نے اس جنگ میں خزرج کے بالمقابل قریش کو اپنا حلیف بنانا چاہا چنانچہ انہوں نے قریش کی طرف سفارت بھیجی۔ حضور کو ان کی آمد کا علم ہوا تو ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی جس پر ایاس بن معاذ نے اپنے ساتھیوں سے کہا خدا کی قسم یہ کام اس سے بہتر ہے جس کے لئے ہم آئے ہیں یعنی اسلام

کی نعمت کا مل جانا ہمارے لئے مدد کے حصول سے بہتر ہے۔ ایاس نے اسلام قبول کر لیا لیکن جلد ہی مدینہ پہنچ کر فوت ہو گئے۔

بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ بعاث کا واقعہ ان لوگوں کے اسلام لانے کا باعث بن گیا۔ (بخاری مناقب الانصار)
مدینہ میں اسلام قبول کرنے کی باقاعدہ ابتداء نبوت کے گیارھویں برس میں ہوئی۔ سن گیارہ نبوی میں قبیلہ خزرج کے چھ افراد نے بیعت کی اور سن بارہ نبوی میں بارہ افراد شامل ہوئے۔ پانچ پچھلے سال والے اور سات نئے۔ ان کی درخواست پر حضورؐ نے مصعب بن عمیر کو ان کے ساتھ بطور معلم روانہ فرمایا۔ چنانچہ اوس قبیلہ کے سردار سعد بن معاذ۔ اسید بن حضیر اور اسعد بن زرارہ نے مصعب کی تبلیغ سے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے قبیلہ میں تبلیغ شروع کی (ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۷۵) سن تیرہ نبوی میں بیعت عقبہ ثانیہ شروع ہوئی۔ اس میں ۷۵ افراد شریک تھے جن میں دو عورتیں بھی شامل تھیں۔ ان میں سے ایک ام عمارہ تھیں جنہوں نے اُحد کے دن حضورؐ کی حفاظت کے لئے تلوار سے نیام کی تھی اور کندھے پر گہرا زخم کھایا تھا۔

عقبہ اولیٰ میں انصار نے جو بیعت کی تھی اس کے الفاظ یہ تھے۔

ہم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ چوری نہیں کریں گے۔ زنا کا ارتکاب نہیں کریں گے اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے۔ بہتان نہ باندھیں گے نیکی کے کاموں میں نافرمانی نہیں کریں گے۔ حضورؐ نے فرمایا تھا اگر تم نے اس پر عمل کیا تو تمہیں خدا کی جنت نصیب ہوگی۔ (ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۹۵)

انصار اسلام کا عہد وفا۔

نبوت کا تیرھواں سال تھا۔ بارہ ذی الحجہ کو جب رات کا تہائی حصہ گزر گیا تو مکہ کی ایک گھاٹی میں بہتر انصار وعدہ کے موافق پہنچ گئے۔ سبھی بیٹھ گئے تو حضرت عباس یوں گویا ہوئے۔ اے گروہِ خزرج ہم نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی۔ اب ان کا ارادہ تمہارے ہاں آنے کا ہے۔ اگر تم اس امانت کی حفاظت کرنا چاہتے ہو تو اس راہ کے خطرات بھی سوچ لو۔ اگر تم نے کمزوری دکھانی ہے تو اس بوجھ کو نہ اٹھاؤ۔ انصار نے کہا ہم نے سن لیا یا رسول اللہ آپ ارشاد فرمائیں۔ حضورؐ نے قرآن پاک کی تلاوت کے بعد کچھ نصیحت فرمائی اور فرمایا کیا تم اس طرح میری حفاظت کرو گے جس طرح اپنے اہل وعیال کی کرتے ہو؟ براء بن معرور نے حضورؐ کا ہاتھ تھام لیا اور عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو مبعوث کیا۔ ہم اپنی پوری قوت سے آپ کا دفاع کریں گے۔ یا رسول اللہ ہماری بیعت لیجئے۔ ہم جنگی سپوت ہیں۔ ہم نے شجاعت ورثہ میں پائی ہے۔ ابو الہیثم بن تیہان انصاری نے براء بن معرور کی بات کاٹ کر عرض کی یا رسول اللہ ہمارے درمیان اور یہود کے درمیان تعلقات ہیں ہم انہیں ختم کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ اگر ہم نے ایسا کر لیا۔ پھر خدا تعالےٰ نے آپ کو غالب کر دیا تو کیا آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کی طرف تو نہیں چلے جائیں گے؟ حضورؐ نے تبسم فرمایا اور یوں گویا ہوئے۔

نہیں تمہارا اور میرا خون اکٹھا بہے گا۔ تمہاری ذمہ واری میری ذمہ داری ہوگی اور تم میرے ہوگے اور میں تمہارا

جس سے تمہاری لڑائی ہوگی میری بھی اس سے جنگ ہوگی اور جس سے تمہاری صلح ہوگی اس سے میری بھی صلح ہوگی۔

مؤرخین نے انصار کے اس قول کو بھی محفوظ کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر اجازت دیں تو کل ہی تلوار سونت کر مکہ والوں پر ٹوٹ پڑیں۔ لیکن حضور نے فرمایا نہیں مجھے لڑنے کی اجازت نہیں۔ مجھے دعا اور صبر کا ارشاد ہے۔ اس موقعہ پر عباس بن عبادۃ بن نضلۃ انصاری نے کہا کہ اے خزرج کے گروہ جانتے ہو کہ تم اس شخص (صلے اللہ علیہ وسلم) کی کس بات پر بیعت کر رہے ہو۔ تم سرخ و سیاہ سے جنگ کی ٹھان رہے ہو۔ اگر جان و مال کی قربانی دے سکتے ہو تو آگے بڑھو۔ اگر یہ نہیں کر سکتے تو دنیا و آخرت میں رسوائی ہوگی۔ اور اگر جان اور قربانی کرنے کے لئے تیار ہو تو دنیا و آخرت میں تمہارے لئے بھلائی ہی بھلائی ہے۔ انصار نے کہا ہم اس کے لئے تیار ہیں۔ اس پر عباس بن عبادۃ انصاری نے کہا یا رسول اللہ اگر ہم نے وفاداری کی تو؟ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو تمہارے لئے جنت کا وعدہ کرتا ہوں۔ انصاری نے کہا ہاتھ بڑھائیے یا رسول اللہ اور انصار نے اس رات حضور کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر وفاداری کا عہد باندھا (ابن ہشام جلد ۲ صفحہ [illegible]) اور تاریخ اسلام شاہد ہے سرزمین عرب کا ہر ذرہ گواہ ہے۔ بدر و احد کے میدان گواہ ہیں۔ قیصر و کسریٰ کی سرزمین گواہ ہے۔ انہوں نے اپنے خون سے شجرِ اسلام کی آبیاری کی۔ انہوں نے میدانِ جنگ سے آخری لمحات میں بھی اپنی قوم کو اگر کوئی پیغام دیا تو یہی کہ اس امانتِ خداوندی یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنا۔ وہ زندہ رہے تو اسلام کے لئے اور اگر انہیں موت آئی تو اسلام کے لئے۔ کتنے سچے تھے وہ اپنے عہد کے۔ کتنے وفادار تھے وہ اسلام اور حبیبِ خدا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے۔

جب انصار سے مشورہ طلب کیا۔

بدر کو اللہ تعالیٰ نے یوم الفرقان کہا ہے۔ یہ حق و باطل کے درمیان پہلا معرکہ تھا۔ یہ خدا تعالیٰ کا عظیم الشان معجزہ تھا۔ اس دن مسلمانوں کے خدا نے کفر کی ریڑھ کی ہڈی توڑ کر رکھ دی تھی۔ مکہ میں مشرکین قریش کے ہر گھر میں صفِ ماتم بچھ گئی تھی۔ ابوجہل نے خانہ کعبہ پر ہاتھ رکھ کر جو دعا کی تھی اس کا اثر اس نے بدر میں دیکھ لیا تھا کہ دو نوعمر لڑکوں کے ہاتھوں واصلِ جہنم ہوا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جن کفارِ قریش کے لئے بددعا کی تھی۔ ان کی بے گور و کفن لاشیں بدر کے میدان میں پڑی سڑ رہی تھیں۔ اس نازک موقعہ پر جب مسلمان بے سروسامان تھے اور کفر اپنی سج دھج سے میدان میں آیا تھا۔ رؤسائے کفار شراب و کباب کی مجلس منعقد کرتے بدر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ انصار نے اپنے عہد کو کس طرح نبھایا اس کی ایک جھلک تاریخ کے صفحات سے ملاحظہ کیجئے۔

حضور نے جب بدر کے موقعہ پر صحابہ سے مشورہ لیا تو حضرت عمر بن خطاب نے فدائیت کا اظہار کیا۔ مقداد بن عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ جو خدا کا منشا ہے اس کے مطابق عمل کیجئے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم موسیٰ کے حواریوں

کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ تُو اور تیرا رب جا کر لڑ ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ ہم تو کہتے ہیں تو اور تیرا رب لڑ ہم آپ کے ساتھ ہو کر لڑیں گے۔ یا رسول اللہ جہاں جانے کا ارشاد فرمائیں گے ہم چلیں گے۔ لیکن حضورؐ نے اس ایمان پرور جواب کے بعد بھی فرمایا لوگو مجھے مشورہ دو۔ اور آپ کا روئے سخن انصار کی طرف تھا اور حضورؐ کے ذہن میں یہ تھا کہ انصار مدینہ نے جو معاہدہ کیا تھا اس سے مراد وہ یہ نہ لیتے ہوں کہ مدینہ میں دشمن سے ہم نے آپ کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا لیکن باہر جا کر لڑنے کا عہد تو نہیں تھا۔ سعد بن معاذ رئیس انصار یہ بھانپ گئے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ شاید آپ کا روئے سخن ہماری طرف ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے۔ تب سعد انصاری نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے اور ہم نے آپ کی تصدیق کی اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صداقت کے علمبردار ہیں۔ ہم نے عہد کیا ہے کہ ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔ یا رسول اللہ آپ نے جو ارادہ کیا ہے اس پر چلئے عمل کیجئے ہم آپ کے ساتھ ہیں اور قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا۔ یہ سامنے سمندر ہے اگر آپ حکم دیں تو ہم اس میں گھوڑے ڈال دیں اور ایک شخص بھی پیچھے نہ رہے گا۔ ہم لڑائی سے ڈرتے نہیں ہم جنگ میں ثابت قدم رہنے والے ہیں۔ ہماری جانب سے آپ کی آنکھ ٹھنڈی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی برکتوں کے سائے میں ہمیں لے کر آگے بڑھیے۔ حضورؐ نے سعد سے یہ سنا تو چہرۂ مبارک مسرت سے تمتما اٹھا اور فرمایا چلو تمہیں خدا کی طرف سے خوشخبری ہے۔ اللہ نے مجھ سے نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ خدا کی قسم مجھے وہ جگہیں دکھائی دے رہی ہے جہاں مشرکین کے جتھے پڑے ہوں گے (ابن ہشام جلد ۲ ص ۲۴۴)

انصار نے پہلے معرکہ کے موقعہ پر جن ایمان پرور جذبات کا اظہار کیا۔ تاریخ اسلام میں انصار کے یہ الفاظ ابد الآباد تک محفوظ ہو گئے ہیں ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام شاں

جب انصار کو پکارا۔

سن ۸ ہجری کا واقعہ ہے اللہ کے وعدوں کے مطابق مدینہ سے دس ہزار قدوسیوں کی جمعیت وہ سالار قدوسیاں مکہ کو روانہ ہوا جس مکہ سے چھپتے چھپاتے اپنے رفیق غار کے ساتھ وہ موعود نبی نکلا تھا۔ آج دس ہزار صحابہ کے ساتھ فاتح مرسلین اس شہر میں داخل ہو رہا تھا۔ سر حمد باری کی وجہ سے جھکا ہوا تھا۔ لب مبارک آیات قرآنی کا ورد کر رہے تھے۔ فتح مکہ سے فارغ ہوئے تو حنین کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں ہوازن قبیلہ آباد تھا جو مشہور تیر انداز تھے۔ مسلمانوں میں دو ہزار نئے لشکری شامل ہو گئے تھے جو ابھی ابھی اسلام لائے تھے۔ وہ نو آموز تھے سختیاں جھیلے ہوئے نہیں تھے۔ پختہ کار نہ تھے۔ ہوازن نے اپنے تیر انداز

گھاٹیوں میں چھپا رکھے تھے۔ یہ لوگ جو بے تدبیری سے آگے بڑھے۔ انہوں نے ان پر تیراندازی کی مسلمانوں کی صفوں میں ابتری پھیل گئی اور نتیجہ بانیجا رسیکڑ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم اکیلے میدان میں رہ گئے۔ اس موقعہ پر آپ نے فرمایا:-

انا النبی لا کذب ✣ انا ابن عبد المطلب

میں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں اور اگر میری اس حیثیت کو نہیں مانتے۔ تو میں عبدالمطلب سردار کا بھی پوتا ہوں یعنی تمہاری لڑائی مجھ سے ہے میں میدان میں ہوں اور میری خاندانی روایات بھی تابندہ ہیں۔

ابن ہشام میں آپ سے یہ فرمایا۔ انا رسول اللہ۔ انا محمد بن عبد اللہ فلا شئی۔ میں خدا کا رسول ہوں۔ میں عبداللہ کا بیٹا محمد ہوں کوئی حرج نہیں اگر صفوں میں پراگندگی ہوگئی ہے۔

پھر فرمایا لوگ کہاں ہیں ادھر آئیں۔ تاریخ بیان کرتی ہے۔ آپ کے ساتھ چند مہاجرین اور انصار رہ گئے تھے۔ حضرت عباس راوی ہیں کہ میں نے اس وقت حضور کے خچر کی لگام پکڑی ہوئی تھی اور میں قدآور تھا اور میری آواز بلند تھی۔ حضور نے لوگوں کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا لوگ کہاں جا رہے ہیں۔ لیکن سواریاں بدکی ہوئی تھیں مڑتی نہیں تھیں۔ اس پر آپ نے حضرت عباس سے فرمایا عباس انصار کو آواز دو۔ کہو یا معشر الانصار یا معشر اصحاب السمرہ۔ اے گروہ انصار۔ اے درخت والو! یہ اشارہ تھا جیب صحابہ نے حدیبیہ کے موقعہ پر بیعت علی الموت کی تھی۔ اس پر انصار نے کہا لبیک لبیک یا رسول اللہ یا رسول اللہ ہم حاضر ہم حاضر۔ حضرت عباس کہتے ہیں کہ لوگوں نے سواریوں کی یہ حالت دیکھی تو تلواریں سونت لیں۔ ڈھالوں کو سنبھال لیا۔ اور سواریوں سے بیچ کود کر لبیک لبیک کہتے ہوئے پروانہ وار حضور کے گرد جمع ہوگئے۔ حضرت عباس کہتے ہیں میں نے آواز یوں دی تھی۔ اے انصار مدد کو پہنچو۔ اے خزرج مدد کو آؤ۔ اور انصار لڑائی میں ثابت قدم رہنے والے تھے۔ واپس انصار نے تلوار چلانی شروع کی۔ وہ آگے بڑھ کر پیروں کے پرے اٹ رہے تھے۔ حضور نے دیکھا تو فرمایا۔ الآن حمی الوطیس۔ اب لڑائی زور پکڑ گئی۔ (ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۸۹)

اللہ اللہ کیا بجلی کا کام دیا اس فقرے نے اے انصار اے درخت کے نیچے بیعت کرنے والو! عباس کی پکار سنی تو عہد یاد آگیا۔ انصار کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہوا۔ تو انہوں نے سواریاں چھوڑ دیں۔ تلواریں ہاتھ میں لئے لبیک لبیک کہتے آگئے۔ یہی وہ لوگ تھے جن کے متعلق خدائے ذوالعرش نے عرش سے فرمایا

مِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ

ان میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے اپنا حق ادا کر دیا اور بعض اس کے انتظار میں ہیں کہ کب انہیں وہ لمحات میسر ہوں۔ جب وہ اپنا حق ادا کریں۔ انصار آج بھی پکار سنائی دے رہی ہے۔

مَنْ أَنْصَارِيْ إِلَى اللّٰهِ

خالد سیف اللہ

اس شمارہ میں اس برگزیدہ صحابی پر آپ مولانا عبدالمالک خانصاحب ناظر اصلاح و ارشاد کا مضمون دیکھیں گے جس نے خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اللہ کی تلوار کا لقب پایا۔ جب وہ تلوار خدا نے بے نیام کی تو دنیا نے دیکھا کہ کوئی تلوار اس کے مقابل میں نہ ٹھہر سکی۔ خالد خدا کی تلوار تھا۔ جب یہ تلوار لہرائی تو ہر تلوار جو اس کے مقابل اٹھی وہ کند ہوگئی وہ توڑ دی گئی۔ یہ تلوار بجلی کی طرح کفر پر پڑتی تھی۔ وہ آگ بن کر شرک کے خرمن کو خس و خاشاک کرتی رہی۔ اس کی تلوار سے کوہوں میں لرزہ تھا اس کی تلوار کی چمک دیکھ کر کفر کا کلیجہ دہل جاتا تھا۔

وہ شہادت کے کتنے متمنی تھے وہ کتنے جری تھے۔ اس کا اندازہ ان فقرات سے کیجئے جو ۲۸ مارچ ۱۹۶۷ء کو میں نے اپنے سفرِ حمص میں ان کے مزار کے باہر پتھر کی ایک لاٹ سے نقل کئے تھے ان کا ترجمہ یہ ہے۔

"میں سو کے قریب غزوات میں شریک رہا۔ میرے جسم پر ایک بالشت جگہ ایسی نہیں جہاں تلوار یا تیر یا نیزہ کا زخم نہیں۔ لیکن واحسرتا کہ میں بستر پر جان دے رہا ہوں۔ اللہ تعالےٰ بزدل کی آنکھ کبھی ٹھنڈا نہ کرے۔"

(خالد بن ولید)

لیکن ان کا کردار صرف یہ نہ تھا وہ سپہ سالار تھا لیکن اسلام کا ایک ادنیٰ سپاہی تھا۔ اس نے اطاعت کا بے نظیر نمونہ دکھایا۔ حضرت عمرؓ نے انہیں معطل کیا تو ایک ادنیٰ سپاہی کی طرح خدماتِ اسلام بجا لاتے رہے۔ وہ میدانِ جنگ میں تلاوت کرتے تو آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے اور قرآن کو سینہ سے لگا کر کہتے تھے۔ میرے رب کی کتاب میرے رب کی کتاب۔ الغرض وہ اس کے حامل تھے محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ

اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

اور اس شمارے میں مسیح پاک کے تقوے شعار جاں نثار صحابی حضرت منشی اروڑے خان صاحب کے حالات بھی مطالعہ کیجئے کہ ان کے بارہ میں مسیح پاک نے فرمایا ع

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

حسن بصری کا قول

"امیر معاویہ کے گھوڑے کی ناک کے اوپر کا غبار ہزار عمر بن عبدالعزیز سے افضل تھا کہ معاویہ صحابی تھے اور عمر بن العزیز تابعی"۔

کلماتِ طیّباتِ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام

اگر میرے کلام سے مُردے زندہ نہ ہوں تو مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا

ازالہ اوہام میں امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اِس سوال کا جواب کہ "مسیح ابن مریم نے تو بہت سے معجزات سے اپنے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت دیا تھا آپ نے کیا ثبوت دیا کیا کوئی مُردہ زندہ کر دیا" دیتے ہوئے فرمایا۔

"انجیل کو پڑھ کر دیکھ لو کہ یہی اعتراض ہمیشہ مسیح پر رہا کہ اُس نے کوئی معجزہ تو دکھایا نہیں یہ کیسا مسیح ہے کیونکہ ایسا مُردہ کوئی زندہ نہ ہوا کہ وہ بولتا اور اس جہان کا سب حال سناتا اور اپنے وارثوں کو نصیحت کرتا کہ میں تو دوزخ میں سے آیا ہوں تم جلد ایمان لے آو۔ اگر مسیح صاف طور پر یہودیوں کے باپ دادے زندہ کر کے دکھا دیتا اور ان سے گواہی دلواتا تو بھلا کس کو انکار کی مجال تھی غرض پیغمبروں نے نشان تو دکھائے مگر پھر بھی بے ایمانو سے مخفی رہے۔ ایسا ہی یہ عاجز خالی نہیں بلکہ مُردوں کے زندہ ہونے کے لئے بہت سا آبِ حیات خدا تعالےٰ نے اس عاجز کو بھی دیا ہے۔ بے شک جو شخص اس میں سے پئے گا زندہ ہو جائیگا۔ بلا شبہ میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر میرے کلام سے مُردے زندہ نہ ہوں اور اندھے آنکھیں نہ کھولیں اور مجذوم صاف نہ ہوں تو میں خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں آیا۔۔۔۔ یقیناً سمجھو کہ روحانی حیات کا تخم ایک رائی کے بیج کی طرح بویا گیا۔ مگر قریب ہے بلکہ بہت قریب ہے کہ ایک بڑا درخت ہو کر نظر آنے لگے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۳۳۴-۳۳۵)

ارشاداتِ رسولؐ

پاسِ عہد

عن عائشۃ قالت ما غرتُ علی اَحَدٍ من ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما غرتُ علی خدیجۃ وما بی ان اکون ادرکتھا وما ذاک الا لکثرۃ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لھا وان کان لیذبح الشاۃ فیتتبّع بھا صدائق خدیجہ فیھدیھا

(ترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی حسن العھد)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ محترمہ پر وہ رشک نہیں کیا جو مجھے حضرت خدیجہ پر آیا۔ حالانکہ جب وہ بقید حیات تھیں۔ میں حضور کے عقد میں نہیں تھی۔ یہ رشک مجھے اس کثرت ذکر کی وجہ سے آیا جو حضور خدیجہ کا کرتے۔ حضور اگر کبھی بکری ذبح کرتے تو حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کے گھر گوشت بھجواتے۔

امام ترمذی یہ حدیث باب حسن العہد کے نیچے لائے۔ عہد کے معنے لغت میں اقرار۔ دوستی۔ وصیت پیمان کے گئے ہیں۔ گویا اقرار و پیمان اور دوستی کی وفا اعلیٰ اسلامی اخلاق سے ہے۔ سبحان اللہ کیا اخلاق نبوی ہیں کہ خدیجہ کی وفات کے بعد اس کی سہیلیوں کا بھی خیال۔ ان سہیلیوں کو اس وقت یہی احساس ہوتا ہوگا کہ آج بھی خدیجہ زندہ ہے۔

ہمارے پروردگار نے ہم سے عہد لیا ہے۔ ہم نے امام کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر ایک عہد کیا ہے۔ ہم نے دوستوں کے ذریعہ ایک پیمان باندھا۔ کیا ہم بھی وفا اور عہد کا اسی طرح پاس کرتے ہیں۔ اپنے ماں باپ کے ملنے والوں کا لحاظ رکھتے ہیں۔ کیا ہم میں وفا کا قیمتی جوہر ہے۔ کیا اس کو کبھی جلا دی۔ کیا اس بارہ میں کبھی اپنا محاسبہ کیا کہ ہم کتنے وفادار ہیں؟

کلامِ امام الزمان

فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَبْکِیْ لِدِیْنٍ یُحَقَّرُ

(کون ہے جو مصیبت دین کے لئے روتا ہے)

أَرٰی سَیْلَ آفَاتٍ قَضَاهَا الْمُقَدِّرُ — وَفِی الْخَلْقِ سَیِّئَاتٌ تُذَاعُ وَتُنْشَرُ

میں آفات کے سیلاب کو جن کو خدا نے مقدر کیا ہے دیکھ رہا ہوں اور ان بدیوں کو بھی جو پھیلائی اور منتشر کی جاتی ہیں دیکھ رہا ہوں

وَفِیْ کُلِّ طَرْفٍ نَارُ شَرٍّ تَأَجَّجَتْ — وَفِیْ کُلِّ قَلْبٍ قَدْ تَرَاءَی التَّحَجُّرُ

میں دیکھ رہا ہوں کہ ہر طرف آتشِ فساد بھڑک اٹھی ہے اور ہر دل میں قساوت ظاہر ہوگئی ہے۔

وَقَدْ زُلْزِلَتْ مِنْ هٰذِهِ الرِّیْحِ دَوْحَةٌ — تُظِلُّ بِظِلٍّ ذِیْ شَغَاءٍ وَتُثْمِرُ

اس تند ہوا سے ہر ایک سایہ دار اور ثمر دار درخت ہل گئے ہیں۔

أَرٰی کُلَّ مَحْجُوْبٍ لِدُنْیَاهُ بَاکِیًا — فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَبْکِیْ لِدِیْنٍ یُحَقَّرُ

میں دیکھتا ہوں ہر ایک دنیا کے لئے ہی رو رہا ہے۔ پس کون ہے جو کمزور دین کے لئے روئے

أَرَی الدِّیْنَ أَطْلَالًا أَرَاهُ کَلَاهِفٍ — وَدَمْعِیْ بِذِکْرِ قُصُوْرِهٖ یَتَحَدَّرُ

میں حسرت اور غم زدہ انسان کی طرح دین کے کھنڈرات کو دیکھ رہا ہوں۔ اسکے شاندار محلات کی یاد میں میرے آنسو گر رہے ہیں

تَرَاءَتْ غَوَایَاتٌ کَرِیْحٍ مُجِیْحَةٍ — وَأَرْخٰی سَبِیْلَ الْغَیِّ لَیْلٌ مُکَدِّرُ

تمام گمراہیاں بیخ کن ہوا کی طرح ظاہر ہوگئیں۔ اور اندھیری رات نے گمراہی کے پردے ڈال دیئے

أَرٰی ظُلُمَاتٍ لَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَهَا — وَذُقْتُ کُئُوْسَ الْمَوْتِ أَوْ کُنْتُ أُنْصَرُ

میں تاریکیاں دیکھتا ہوں کاش میں ان کے دیکھنے سے پہلے مرجاتا۔ میں نے موت کے پیالے پیئے کیا میں مدد کیا جاؤں گا

تَهُبُّ رِیَاحٌ عَاصِفَاتٌ کَأَنَّهَا — سِبَاعٌ بِأَرْضِ الْهِنْدِ تَعْوِیْ وَتَزْأَرُ

تند و تیز ہوائیں چل رہی ہیں اور ان سے یوں آواز پیدا ہو رہی ہے گویا کہ درندے ہیں جو ارضِ ہند میں چلا رہے ہیں

أَرَی الْفَاسِقِیْنَ الْمُفْسِدِیْنَ وَزُمَرَهُمْ

بدکاروں اور مفسدوں کے گروہ در گروہ نظر آتے ہیں۔

وَقَلَّ صَلَاحُ النَّاسِ وَالْغَیُّ یَکْثُرُ

اور لوگوں کی صلاح و خیر کم ہو رہی ہے اور گمراہی بڑھ رہی ہے۔

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ابوالقاسم آں آفتابِ جہاں

(ابوالقاسم (محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم) وہ آفتابِ عالمتاب ہے)

زمانِ مکافات آید فراز　　　تو بر عیشِ دنیا بدیں سان متاز

جزا کا دن آرہا ہے۔ پس تو یوں دنیا کی زندگی پر ناز مت کر۔

فریبے مخور از زر و سیم و مال　　　کہ ہر مال را آخر آید زوال

سونے چاندی اور مال سے فریب نہ کھا کیونکہ آخر ہر مال پر زوال آجاتا ہے۔

نہ آوردہ ایم و نہ با خود بریم　　　تہی آمدیم و تہی بگذریم

نہ ہم کچھ ساتھ لائے اور نہ ساتھ لے جائیں گے۔ خالی ہاتھ آئے تھے اور خالی ہاتھ چلے جائیں گے

الا تا نہ تابی سر از روئے دوست　　　جہانے نیرزد بیک موئے دوست

خبردار دوست کی طرف سے منہ نہ موڑ۔ سارا جہان دوست کے بال کی برابری نہیں کر سکتا۔

خدائیکہ جاں بر رہِ او فدا　　　نیابی رہش جز پئے مصطفٰے

وہ خدا جس کی راہ میں ہماری جان قربان ہے۔ اس کا راستہ تجھے مصطفٰے کی پیروی کے بغیر نہیں مل سکتا۔

ابوالقاسم آں آفتابِ جہاں　　　کہ روشن شد از وے زمین و زماں

ابوالقاسم (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) وہ آفتابِ عالمتاب ہے جس کی وجہ سے زمین و زماں روشن ہو گئے

بشر کے بُدے از ملک تیک تر

انسان فرشتہ سے زیادہ نیک کیونکر ثابت ہوتا

نہ بودے اگر چوں محمدؐ بشر

اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح کا انسان پیدا نہ ہوتا

قومی تباہی کے چار بڑے اسباب

— (حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) —

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

"قومی تباہی کے چار بڑے اسباب بیان کئے گئے ہیں۔ جن میں سے پہلا اور اہم سبب یتامیٰ کی خبر گیری کرنا ہے بظاہر یہ ایک روحانی اور دینی کام معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ قومی ترقی اور اس کے تنزل کے ساتھ اس کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ اگر یتامیٰ کی خبرگیری نہ کی جائے ان کی پرورش کو نظر انداز کر دیا جائے اور ان کو دربدر دھکے کھانے پر مجبور کیا جائے تو دنیا میں کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ دنیا میں بڑے سے بڑے کام قربانی چاہتے ہیں۔ اور جب تک بڑی بڑی قربانیاں نہ ہوں تو اس وقت تک بڑے بڑے کام بھی نہیں ہوتے ... یتامیٰ کی خبرگیری قومی طور پر کسی جماعت میں پائی جائے تو وہ جماعت کبھی مٹ نہیں سکتی۔ وہ جماعت کبھی بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کر سکتی۔ قربانیوں سے ہچکچاہٹ محض اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم مر گئے تو ہمارے بچے خاک میں مل جائیں گے۔

دوسری بات خدا تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ ولا تحٰضّون علیٰ طعام المسکین۔ تم آپس میں ایک دوسرے کو رغبت نہیں دلاتے کہ غریب آدمی کو کھانا کھلایا جائے۔ اگر غرباء کی خبرگیری نہ ہو تو قومی جنگوں میں کبھی کامیابی نہیں ہوتی۔ کیونکہ سپاہی بہت کم ملتے ہیں۔ دنیا میں غرباء زیادہ ہوتے ہیں ... غرباء کی خبرگیری نہ کرنے کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے کہ قربانی کا مادہ لوگوں کے دلوں میں سے کم ہو جاتا ہے اور قومی جنگوں میں کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔

تیسری چیز اکل تراث ہے جو اسراف کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ جب کسی قوم میں اسراف پیدا ہو جائے تو وہ بھی یقینی طور پر تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ اسراف بھی قومی تنزل کی ایک بہت بڑی علامت ہے۔

چوتھی چیز مال کی محبت ہے۔ جن کے دلوں میں مال کی محبت ہوتی ہے۔ وہ قومی ایثار کے وقت دشمن کے غلبہ سے ڈر کر غدار بن جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تلک الایام نداولھا بین الناس۔ لڑائی میں کبھی ایک کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے اور کبھی دوسرے کا اونچ نیچ ضرور ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں وہ شخص جس کے دل میں مال کی محبت ہوتی ہے۔ اگر اسے ذرا بھی یہ شبہ ہو کہ دشمن غالب آنے والا ہے تو وہ چوری چھپے دشمن کے ساتھ سازباز شروع کر دیتا ہے اور اپنی قوم سے غداری کرتا ہے۔" (تفسیر سورہ فجر)

محبّت اور پیار والا معاشرہ

— (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ) —

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:-

"پس ہمارے خدا نے ایک حکم دیاہے۔ ہمارے پیارے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ محتاجوں کو کھانا کھلاؤ اور ہم نے اس تاکیدی ارشاد پر عمل کرنا ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہاہے احمدیوں میں عام طور پر یہ احساس پایا جاتاہے کہ کوئی احمدی بھوکا نہ رہے۔ لیکن میرا احساس یہ ہے کہ ابھی اس سکیم پر کما حقہٗ عمل نہیں ہو رہا۔ اس لئے آج مَیں ہر ایک کو جو ہماری کسی جماعت کا عہدہ دار ہے متنبّہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ذمہ دار ہے اس بات کا کہ اس کے علاقہ میں کوئی احمدی بھوکا نہیں سونا۔ دیکھویں یہ کہہ کر اپنے فرض سے سبکدوش ہوں کہ آپ کو خدا کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا اگر کسی وجہ سے آپ کا محلہ یا جماعت اس محتاج کی مدد کرنے کے قابل نہ ہو۔ تو آپ کا فرض ہے کہ مجھے اطلاع دیں۔ میں اپنے رب سے امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے توفیق دے گا کہ میں ایسے ضرورتمندوں کی ضرورتیں پوری کروں۔ انشاء اللہ تعالیٰ

یہ ایک بڑی اہم ذمہ واری ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ اس کو ہر وقت یاد رکھیں اور اس کے متعلق ہر وقت سوچتے رہیں کیونکہ یہ ایک ایسی بات ہے جس پر عمل کرنے سے بڑے خوشکن نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ وہ قوم جس کے ہر فرد کو معلوم ہو کہ میری ذمہ واری ساری قوم نے اپنے سر پر اٹھائی ہے اس کے دل میں کتنا سکون اور کتنا اطمینان ہوگا اور اپنے رب کی حمد کے کتنے گہرے جذبات اس کے دل میں موجزن ہوں گے اور اپنے آقا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کتنی محبت جوش میں ہوگی۔ ایک پُر امن، پُرسکون، اخوت والا، محبّت والا۔ پیار والا معاشرہ قائم ہو جائے گا جس پر دنیا رشک کرنے لگے گی۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین۔"

(الفضل ۱۰ مارچ ۱۹۶۶ء)

صحابہ کرامؓ کی شان از روئے قرآن

— (محترم مولانا نذیر احمد صاحب مبشر ناظم قضاء سلسلہ احمدیہ) —

حضرت ابوبکرؓ کی شان —

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (سورہ التوبہ رکوع ۶)

ترجمہ :- اگر تم اس رسول کی مدد نہ کرو تو (یاد رکھو کہ) اللہ اس کی اس وقت بھی مدد کر چکا ہے جبکہ اسے کافروں نے دو میں سے ایک کی صورت میں نکال دیا تھا۔ جبکہ وہ دونوں غار میں تھے اور جبکہ وہ اپنے ساتھی (ابوبکرؓ) سے کہہ رہا تھا کہ کسی گزشتہ بھول چوک پر غم نہ کرو۔ اللہ یقیناً ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ نے اس پر اپنی سکینت نازل کی اور اس کی ایسے لشکروں سے امداد کی جن کو تم نہیں دیکھتے تھے اور ان لوگوں کی بات کو نیچا کر دیا جنہوں نے کفر کیا تھا اور اللہ ہی کی بات اونچی ہو کر رہتی ہے۔ اور اللہ بڑا غالب (اور) حکمت والا ہے

مہاجرین اور انصار سے خدا تعالیٰ کا راضی ہونا —

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ٥

(سورۃ التوبہ رکوع ۱۳)

ترجمہ:- اور جو مہاجرین میں سے سبقت لے جانے والے ہیں اور وہ لوگ بھی جو کہ کامل اطاعت دکھلاتے ہوئے ان کے پیچھے چلے، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔ اس نے ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہتے چلے جائیں گے۔ بہت بڑی کامیابی ہے۔

صحابہ کی بیعت رضوان کا ذکر

جب حدیبیہ کے مقام پر صحابہؓ نے موت کی قسم کھا کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا (سورۃ الفتح رکوع ۳)

ترجمہ - اللہ مومنوں سے اس وقت بالکل خوش ہوگیا جبکہ وہ درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے اور اس نے اس (ایمان) کو جو ان کے دلوں میں تھا خوب جان لیا۔ سو اس کے نتیجہ میں اس نے ان کے دلوں پر سکینت نازل کی اور ان کو ایک قریب میں آنے والی فتح بخشی۔

مہاجرین و انصار صحابہ کی قربانیاں

لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(سورۃ التوبہ ع ۱۴)

اللہ نے نبی اور مہاجرین اور انصار پر بڑا فضل کیا ہے (یعنی ان لوگوں پر) جنہوں نے اس (نبی) کی تکلیف کی گھڑی میں جبکہ ان میں سے ایک گروہ کے دل کسی قدر شک میں پڑ گئے تھے اتباع کی۔ پھر اس نے ان (کمزوروں) پر بھی فضل کردیا۔ وہ ان (مومنوں) سے یقیناً محبت کرنے (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

باوجود غربت کے صحابہ میں دین کے لئے قربانی کا جذبہ

وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ

اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا
اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝ (التوبہ رکوع ۱۲)

ترجمہ۔ اور نہ ان لوگوں پر (کوئی الزام ہے) جو تیرے پاس اس وقت آئے جب جنگ کا اعلان کیا گیا تھا اس لئے کہ تو ان کو کوئی سواری مہیا کردے تو تُو نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے جس پر تمہیں سوار کراؤں۔ اور (یہ جواب سنکر) وہ چلے گئے۔ اور (اس) غم سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے کہ افسوس کہ ان کے پاس کچھ نہیں جسے خدا کی راہ میں خرچ کریں۔

صحابہ میں جانی قربانی کا جذبہ

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا

(سورہ الاحزاب رکوع ۳)

ترجمہ۔ ان مومنوں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس وعدہ کو جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا سچا کر دیا پس بعض تو ایسے ہیں جنہوں نے اپنی نیت کو پورا کر دیا (یعنی لڑتے لڑتے مارے گئے) اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو ابھی انتظار کر رہے ہیں اور اپنے ارادہ میں کوئی تزلزل انہوں نے نہیں آنے دیا۔

شانِ صحابہ بلحاظ باہمی محبت و عبادت خداوندی

(۱) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ (الفتح رکوع ۴)

ترجمہ۔ محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے خلاف بڑا جوش رکھتے ہیں لیکن آپس میں ایک دوسرے سے بہت ملاطفت کرنے والے ہیں۔ جب تو انہیں دیکھے گا انہیں شرک سے پاک اور اللہ کا مطیع پائے گا اور وہ اللہ کے فضل اور رضا کی جستجو

میں رہتے ہیں ۔ ان کی شناخت ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان کے ذریعہ موجود ہے ۔ اور یہ ان کی حالت تورات میں بیان ہوئی ہے ۔

(۲) تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (سجدہ رکوع ۲)

ترجمہ (اور) ان مومنوں کے پہلو ان کے بستروں سے الگ ہوجاتے ہیں (یعنی تہجد کی نماز پڑھنے کے لئے) (اور) وہ اپنے رب کو اس کے عذابوں سے بچنے کے لئے اور اس کی رحمتوں کو حاصل کرنے کے لئے پکارتے ہیں ۔ اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں ۔

شانِ صحابہ بلحاظ جنگی مہارت

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (سورۃ الصف رکوع ۱)

ترجمہ ۔ اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے راستہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک دیوار ہیں جس کی مضبوطی کے لئے اس پر سیسہ پگھلا کر ڈالا گیا ہو ۔

شانِ صحابہ بحیثیت قرآنی علوم کے پھیلانے کے

فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۔ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ (عبس رکوع ۱)

ترجمہ ۔ (یہ قرآن ایسے) صحیفوں میں ہے (جو) عزت والے بلند شان اور پاک ہیں ۔ وہ (صحیفے لکھنے والوں اور دُور دُور) سفر کرنے والوں کے ہاتھوں میں (ہیں) (ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں) جو معزز ہیں اور اعلیٰ درجہ کے نیکو کار ہیں ۔

نوٹ :۔ یعنی صحابہؓ قرآن مجید کو لے کر دُور دُور پھیل جائیں گے (اسی) قرآن مجید کی برکت سے صحابہ بڑی بڑی عزتیں پائیں گے ۔ اور نیکیوں میں ترقی کریں گے ۔

انصار صحابہ کا ایثار اور مہاجرین سے محبت

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ مَنْ هَاجَرَ

اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ
يُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ
شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

(سورۃ حشر رکوع ۱)

ترجمہ اور (اسی طرح وہ مال ان لوگوں کے لئے بھی ہے) جو مدینہ میں پہلے سے رہتے تھے (اور مہاجرین کے آنے سے پہلے) ایمان قبول کر چکے تھے جو ان کی طرف ہجرت کرکے آئے اور اپنے دلوں میں اس (مال) کی کوئی خواہش نہ رکھتے تھے جو ان کو دیا گیا تھا۔ اور وہ باوجود اس کے کہ غریب تھے مہاجرین کو اپنے نفسوں پر ترجیح دیتے تھے۔ اور جن لوگوں کو اپنے نفس کے بخل سے محفوظ رکھا جائے۔ ایسے تمام لوگ بامراد ہونے والے ہیں۔

ہسپانیہ میں اسلام پھر داخل ہوگا

بارسلونہ سے ایک خاتون نے براہ راست حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا جس کا جواب آپ نے یہ دیا:

ہسپانیہ ایک ایسا ملک ہے جس نے اسلام کی ایک دفعہ پہلے بھی روشنی دیکھی تھی لیکن اس وقت اس کی روشنی جنگ کے ذریعہ ظاہر ہوئی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آخر میں مشتبہ ہوگئی۔ اب وہ روشنی محبت اور صلح کے پیغام کے ذریعہ ظاہر ہوئی ہے اس وجہ سے وہ دائمی ہوگی اور کبھی نہ بجھے گی اور کبھی وہاں سے نہ نکالی جائے گی۔"

(الفضل ۲۲ جنوری ۱۹۵۲ء)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

محترم مولانا عبد المالک خان صاحب

اس مضمون میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اسلام کے درخشندہ گوہر، فتح نصیب جرنیل۔ اطاعت شعار سپاہی حضرت خالد بن ولید کے اوصاف کردار کی چند جھلکیاں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت خالد اسلام کے شدید دشمن ولید بن مغیرہ کے فرزند تھے۔ مخزوم قبیلہ سے آپ کا تعلق تھا۔ آپ کی والدہ کا نام لبابہ تھا۔ جو حضرت اُم المومنین میمونہ رضؓ کی رشتہ دار تھیں۔ آپ کا خاندان زمانہ جاہلیت سے ممتاز چلا آتا تھا۔ فوج کی سپہ سالاری کا عہدہ آپ ہی کے خاندان کے سپرد تھا۔ ظہور اسلام کے وقت آپ ہی اس عہدہ پر فائز تھے۔ اس وقت آپ کی عمر ستائیس سال تھی۔ کفار کی طرف سے اسلام کے خلاف تقریباً ہر مہم میں آپ شریک تھے۔ غزوہ احد کے موقعہ پر جب لشکر کفار شکست کھا کر بھاگ رہا تھا تو خالد کی دُور بین نگاہ اس درّہ پر پڑی جہاں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حفاظت کے لئے چند صحابہ کو مقرر کیا تھا۔ خالد نے اسی راستہ سے مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا۔ جس سے مسلمانوں کو دُکھ اٹھانا پڑا۔ اسی طرح صلح حدیبیہ اور جنگِ خندق میں بھی آپ کفار کے لشکر میں شریک رہے۔ ان کو رسولِ خدا سے بے حد نفرت تھی۔ پھر ان کی زندگی پر وہ دَور آیا جبکہ خدا نے آپ کو مشرف با اسلام کیا۔ یہ ۸ھ کا واقعہ ہے۔ آپ نے اسلام قبول کرنے کی داستان خود بیان فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

جب خدا تعالےٰ نے مجھ پر اپنا فضل کرنا چاہا تو اس نے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا کر دی۔ اور مجھے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت عطا فرمائی۔ میں سوچا کرتا تھا کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہر جنگ میں لڑا لیکن ہمیشہ ہی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور ہم اسلام کی شان و شوکت مٹانے میں کامیاب نہ ہوسکے آہستہ آہستہ میرے دل میں خیال پیدا ہونے لگا کہ میں غلط راستے پر کھڑا ہوں۔ کوئی غیبی طاقت ضرور میرے دل میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے جگہ پیدا کر رہی تھی۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے لئے مکہ تشریف لائے تو میں مکہ سے نکل گیا۔ اور جب تک حضور مکہ میں رہے میں وہاں داخل نہ ہوا۔ میرے بھائی ولید بن ولید جو مسلمان ہو چکے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ حضور نے مجھے طلب فرمایا۔ لیکن میں کہاں تھا۔ اس پر میرے بھائی نے مجھے یہ خط لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مجھے تعجب ہے کہ تم اسلام سے اس قدر برگشتہ کیوں ہو حالانکہ جس عقل کے تم مالک ہو۔ وہ کبھی بھی اسلام کے حقیقی نور سے بہرہ ور نہیں رہ سکتی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تمہارے متعلق دریافت فرمایا اور مجھ سے پوچھا کہ خالد کہاں ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ خالد کو اللہ ہی لائے تو لائے۔ آپ نے فرمایا خالد جیسا شخص کبھی اسلام کی حقیقت سے ناواقف نہیں رہ سکتا۔ اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر مشرکین سے لڑتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔ اے برادر تم بہت دنوں تک گمراہی میں رہے ہو۔ اب حقیقت کو پہچانو اور سیدھے راستے پر آجاؤ۔

یہ خط پڑھ کر میرے دل پر پڑے ہوئے تاریکی کے پردے پھٹ گئے اور مجھے اسلام سے رغبت پیدا ہو گئی۔ سب سے زیادہ خوشی مجھے اس گفتگو سے ہوئی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے متعلق میرے بھائی سے کی تھی۔ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا مصمم ارادہ کر لیا اور جب میں نے تیاری مکمل کر لی تو صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابوجہل سے ملا اور انہیں اپنے ارادہ سے آگاہ کیا۔ دونوں متعجب ہوئے اور اشتعال انگیز باتیں کیں۔ لیکن میں نے ان کی پرواہ نہیں کی اور اپنے دوست عثمان بن طلحہ کے پاس گیا اور اس سے کہا ہماری مثال اس لومڑی کی سی ہے جو بھٹ میں چھپی ہوئی لیکن بھٹ میں اگر کثرت سے پانی ڈالا جائے تو اسے وہاں سے نکلنا ہی پڑتا ہے۔ ہمیں یہ نظر آرہا ہے کہ مسلمان ہم پر غالب آجائیں گے۔ کیوں نہ ہم پہلے ہی مسلمان ہو جائیں۔ عثمان میری توقع کے برعکس ہمارے ہمراہ مدینہ جانے پر آمادہ ہو گئے اور اگلے روز سورج طلوع ہونے سے پیشتر ہم دونوں نے مدینہ کی راہ لی۔ راستہ میں انہیں عمرو بن العاص بھی مل گئے جو مسلمان ہونے کے لئے مدینہ جا رہے تھے۔ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے مدینہ آنے کی خبر پہنچی تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا مسلمانو! مکے نے اپنے جگر گوشے نکال کر تمہارے سامنے ڈال دیئے ہیں۔

نئے کپڑے پہن کر حضرت خالد اپنے بھائی کے ہمراہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے اور کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور درخواست کی کہ حضور میں نے اسلام کے خلاف جو کارروائیاں کرکے گناہ کیا ہے اس کی معافی کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے میرے لئے یہ دعا فرمائی۔

اے اللہ خالد کی پچھلی تمام لغزشوں کو جو اس سے تیرے دین کی مخالفت میں سرزد ہوئی معاف فرما۔

حضرت خالد نے کہا خدا کی قسم جس دن سے میں نے اسلام قبول کیا اس دن سے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے اور دوسرے صحابہ کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔ ہر موقعہ پر دوسرے صحابہ کے ساتھ شریک فرماتے تھے۔ حضرت خالد کے مدینہ میں رہنے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مکانوں میں سے جو حارثہ بن نعمان نے حضور کو پیش کئے تھے ایک مکان مرحمت فرمایا۔ (سیرت حلبیہ)

جنگِ موتہ اور خالد۔

اسلام قبول کرنے کے بعد آپ نے اپنے آپ کو ہمہ تن اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دیا اور خدا کی راہ میں آپ کو نہ اپنی جان کی پرواہ تھی نہ مال کی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ سب سے پہلی جنگ جس میں شریک ہوئے وہ جنگ موتہ تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی حارث بن عمیر کو حاکم بصرہ کے پاس پیغام دے کر بھیجا۔ ان لوگوں نے حارث کو شہید کر دیا۔ اس پر جمادی الاول ۸ھ ہجری میں حضور نے ایک لشکر شام بھجوایا اور زید بن حارثہ کو قائد بنایا اور ان کے بعد جعفر بن ابوطالب اور عبداللہ بن رواحہ کو بالترتیب قائد مقرر فرمایا۔ اس کے مقابل میں شاہ روم کا ایک لشکر جرار تھا۔ یہ تینوں قائد یکے بعد دیگر سے شہید ہوئے۔ تب مسلمانوں نے خالد بن ولید کو اپنا قائد مقرر کر لیا۔ حضرت خالد نے اپنی جنگی قابلیت کا کمال مظاہرہ نہایت درجہ اخلاص سے کیا۔ راتوں رات اسلامی لشکر کو ایک ایسی نئی ترتیب دی کہ دشمن سمجھا کہ مسلمانوں کو نئی کمک پہنچ گئی ہے۔ اور نہایت خوبی کے ساتھ لڑتے ہوئے اپنے لشکر کو ہزیمت سے بچا لیا۔ جنگِ موتہ کی بابت انہوں نے خود بتایا کہ اس موقعہ پر میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں اور یمنی تلوار صحیح سلامت رہی۔ اس موقعہ پر یہ عجیب واقعہ پیش آیا کہ ادھر یہ معرکہ ہو رہا تھا اُدھر مدینہ میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا یہ تمام ماجرا دکھا رہا تھا۔ آپ نے صحابہ کو تینوں قائدین کی شہادت کا حال سنایا اور فرمایا کہ ان کے بعد خالد بن ولید نے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور فرمایا اے اللہ وہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے تو ہی ان کی مدد فرما۔ اسی دن سے ان کا لقب سیف اللہ پڑا۔

فتح مکہ اور خالد بن ولید۔

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دس ہزار قدوسیوں کو لے کر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ نے ذی طوی مقام پر پہنچکر اسلامی لشکر کو ترتیب دی اور چار حصوں میں تقسیم فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ مسلمانوں کا لشکر مکہ میں چار اطراف سے داخل ہو (طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۹۸) اس موقعہ پر حضور نے حضرت خالد کو

میمنہ کا امیر مقرر کیا اور یہ پہلا موقعہ تھا کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے حضرت خالد کو قیادت سونپی گئی مکہ کے زیریں حصہ میں خندمہ کے مقام پر صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابوجہل کی جمعیت سے مٹھ بھیڑ ہوئی۔ اللہ نے حضرت خالد کے لئے مقدر کر رکھا تھا کہ وہ اس دن اپنی تلوار کے جوہر دکھائیں اور انہیں لوگوں سے لڑیں جن کے ساتھ ہو کر وہ کچھ عرصہ قبل مسلمانوں سے جنگ کیا کرتے تھے۔

حضرت خالد کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا تھا چنانچہ آپ کامیاب ہوئے اور شہر مکہ میں جب داخل ہو رہے تھے تو رسول خدا نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ اور جب آپ کو اطلاع دی گئی کہ یہ حضرت خالد ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا بندہ بھی کیا خوب آدمی ہے۔ یہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اس نے دشمنوں کے خلاف کھینچا ہے۔

(سیرت حلبیہ جلد ۴ صفحہ ۲۸۶)

جنگِ حنین میں آپ بڑی بے جگری سے لڑے۔ دشمنوں کی صفوں کی صفیں کاٹ کر رکھ دیں۔ خود آپ کو بے شمار زخم آئے۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم خود آپ کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور آپ کی تیمارداری کے لئے ہدایات دیں۔ (سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۱)

خالد بحیثیت مبلغ اسلام

سنہ ۱۰ ہجری میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد کو نجران کے علاقہ میں بھجوایا۔ آپ نے وہاں پہنچ کر اپنے ساتھیوں کو علاقہ میں تبلیغ کے لئے پھیلا دیا چنانچہ اس قبیلہ نے دعوتِ اسلام کو قبول کیا اور اس کی اطلاع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھجوادی اور ان کی تربیت کے لئے آپ وہاں ٹھہرے رہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ایک وفد لے کر آپ مدینہ پہنچے۔ اسی طرح جنگ یرموک میں عیسائیوں کے سفیر جارج کو آپ نے تبلیغ کی اور وہ دوران جنگ ہی مسلمان ہو گیا۔ فتنہ ارتداد کے وقت بنو ہوازن، بنو سلیم، بنو عامر انہیں کی کوششوں سے دوبارہ اسلام لائے۔

خلافتِ راشدہ کا عہد اور حضرت خالد بن ولید

حضرت خالد کی خدمات اور جہاد کا سلسلہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافتِ اولیٰ اور خلافتِ ثانیہ میں بھی جاری رہا چنانچہ جب رسولِ خدا کی وفات پر عرب میں ارتداد اور انتظامی شکستگی کی رَو چل پڑی اور ایسے فتنوں نے سر اٹھایا جس سے اسلامی عمارت کے متزلزل ہونے کا سخت خطرہ پیدا ہو گیا۔ تو حضرت ابوبکرؓ

نے باغیوں کی اصلاح کے لئے گیارہ سردار مقرر فرمائے اور انہیں مختلف علاقوں میں بھجوایا۔ طلیحہ جس نے دعویٰ نبوت کیا تھا اور بہت سارے قبائل کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس سے مقابلہ کے لئے آپ گئے طلیحہ نے دو صحابہ کو جو دریافت حال کے لئے لشکر سے آگے روانہ کئے گئے تھے شہید کر دیا جس کی بنا پر حضرت خالد نے اس کے لشکر کو تتر بتر کر دیا۔ طلیحہ بھاگ کر شام چلا گیا۔ آپ نے لوگوں کو سمجھایا جس سے وہ دوبارہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

حضرت خالد کے امتیازی اوصاف ۔

حضرت خالد نے تقریباً سوا سو جنگوں میں حصہ لیا۔ اور ہر میدان میں کامیاب و کامران رہے۔ کسی جگہ بھی آپ کو شکست کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ جہاں جاتے فتح اور کامیابی آپ کے قدم چومتی تھی۔ آپ ایک مدبّر اور دُور اندیش سپہ سالار تھے۔ آپ جانتے تھے کہ کس موقعہ پر آگے بڑھنا چاہیئے اور کس موقعہ پر مدافعت کرنی چاہیئے۔ آپ میں سپہ سالار کی صفات کے ساتھ ساتھ سپاہی کی صفات بھی بدرجہ اتم آپ میں موجود تھیں۔ حملہ کا موزوں وقت۔ دشمن کے حالات سے پوری طرح باخبر رہنا۔ مفتوحہ علاقوں کی حفاظت و نگرانی کے لئے پختہ انتظام۔ لشکر کے عقب کی حفاظت کا اہتمام۔ یہ وہ خصوصیات ہیں جو آپ کی جنگ میں پختہ کاری اور تجربہ کی شاہد ہیں۔ جب تک آپ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو جاتے میدانِ جنگ سے نہ ہٹتے۔ آپ ایک نڈر انسان تھے۔ دشمن کی قلت و کثرت سامانِ جنگ کی فراوانی آپ کو قطعاً مرعوب نہ کر سکتی۔ اپنی ماتحت فوج سے بہت محبت کرتے اور نہایت نرمی سے پیش آتے۔ میدانِ جنگ میں شہادت حاصل کرنے کے حد درجہ شائق تھے۔ آپ کے اوصاف و اخلاق کا پتہ ان ارشادات سے ظاہر ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔ خلفاء اور جلیل القدر صحابہ نے فرمائے جن میں سے چند ایک بیان کئے جاتے ہیں۔

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"خالد کو تکلیف نہ دو کیونکہ وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ جسے اللہ نے کافروں پر گرایا ہے۔" (الاستیعاب جلد اول ص۱۵۸)

ایک جنگ کے موقعہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا۔

"اے گروہ قریش! تمہارے شیر نے ایک شیر پر حملہ کر دیا۔ اور اس کے بھٹ میں گھس کر اس کو مغلوب کر دیا۔ اب عورتیں خالد جیسا بہادر پیدا کرنے سے عاجز ہیں۔"

(سیرت الحلبیہ جلد اول صفحہ ۱۷۶)

قنسرین کی فتح کا حال سنکر حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"اس کو رتانے سے خالد نے خود ہی اپنے آپ کو امیر بنالیا۔ اللہ ابوبکر پر اپنی رحمت نازل فرمائے وہ مجھ سے زیادہ مردم شناس تھے۔" (طبری جلد ۴ صفحہ ۲۳)

حضرت خالد کی وفات پر حضرت عمرؓ نے فرمایا:۔

"اسلام کی فصیل میں ایک ایسی دراڑ پڑ گئی ہے جو کبھی پُر نہ ہو سکے گی۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۵۵)

حضرت عمرو بن العاص سے ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت خالد کے بارے میں رائے طلب کی تو انہوں نے کہا:

"جنگ کی سیاست کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ موت کی پرواہ مطلق نہیں کرتے۔ ان میں چیتے کی سی پھرتی ہے اور ان کا حملہ شیر کی مانند ہے۔" (ابن عساکر صفحہ ۱۰۲)

دشمنانِ اسلام میں اکیدر رئیس دومہ نے آپ کے متعلق کہا:

"فتح حاصل کرنے میں کوئی شخص ان سے زیادہ خوش نصیب اور جنگی امور میں کوئی شخص ان سے زیادہ تجربہ کار نہیں ہے۔ خالد کے مقابلہ میں کوئی قوم خواہ اس کی تعداد کم ہو یا زیادہ ٹھہر نہیں سکتی۔" (الیعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۴۳)

ان اقوال سے حضرت خالد کی بہادری اور استعداد کی صحیح تصویر ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ آپ کی زندگی کا ایک اور روشن پہلو یہ ہے کہ آپ نے اطاعتِ امام کا ایک بے نظیر نمونہ پیش کیا۔ آپ حضرت صدیق کی خلافت میں سپہ سالار جیوش اسلامی رہے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے جنگِ یرموک کے موقعہ پر آپ کو معزول کر کے حضرت ابوعبیدہ کو سپہ سالار بنادیا اور آپ کو مدینہ بلا لیا اور کہا۔

صنعت فلم یصنع کصنعك صانع وما یصنع الاقوام فالله یصنع (الطبری صفحہ ۲۰۸)

تم نے بہت سے کارہائے نمایاں کئے اور کوئی شخص تمہارے جیسے کارنامے بجا نہ لاسکا۔ یعنی اصل بات یہ ہے کہ قومیں کچھ نہیں کیا کرتیں۔ جو کچھ کرتا ہے اللہ تعالےٰ کرتا ہے۔ اس معزولی سے حضرت خالد کے عزم ارادہ۔ قوت طاقت۔ دین کی حمایت۔ سرگرمی میں کوئی فرق نہ آیا۔ آپ ایک سپاہی کی حیثیت سے اسی جانفروشی سے خدمات بجا لاتے رہے جیسے آپ سپہ سالار ہونے کی حیثیت سے سرانجام دیتے تھے۔ تادم حیات ایسا بے نظیر نمونہ قربانی اور اطاعت کا پیش کیا۔ جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔ حضرت عمرؓ نے جو معزولی کی بابت حضرت ابوعبیدہ کو خط لکھا اس میں تحریر فرمایا۔

"میں نے خالد کو کسی ناراضگی یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا۔ بلکہ اس وجہ سے کیا کہ لوگ ان کی وجہ سے فتنہ میں پڑنے لگے تھے۔ مجھے ڈر پیدا ہوا کہ کہیں وہ خالد کی ذات پر بھروسہ نہ کرنے لگیں۔ میں چاہتا ہوں لوگ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ جو کچھ کرتا ہے اللہ کرتا ہے بندہ کچھ بھی حیثیت اور اختیار نہیں رکھتا۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۲)

حضرت عمرؓ کے دل میں خالد کا جو مقام تھا اس کا اندازہ اس روایت سے ہوتا ہے کہ جب آپ مدینہ آئے تو آپ نے فرمایا:

"خالد! اللہ کی قسم تم مجھے نہایت عزیز اور محبوب ہو۔"

بنو مخزوم کے شاعر ہشام بن بختری نے حضرت خالد کے بارے میں کچھ اشعار سنائے تو آپ نے اسے فرمایا:

"تم نے ابو سلیمان (حضرت خالد) کی قرار واقعی تعریف و توصیف نہیں کی وہ چاہتے تھے کہ شرک کو کلی طور پر نیست و نابود کر دیں۔ انہوں نے اپنی زندگی نہایت اچھے طریقے پر گزاری۔ وہ اپنی مثال آپ تھے اور زمانہ ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے"

(ابن عساکر ص ۱۱۷)

وفات:—

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپ نے نہایت حسرت سے فرمایا:

"میں ایک سو سے زائد جنگوں میں لڑا ہوں۔ میرے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں تلوار تیر یا نیزے کے زخم کا نشان نہ ہو۔ میری سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ میدانِ جنگ میں شہادت حاصل کرتا لیکن افسوس میں بستر پر پڑا ہوا اس طرح جان دے رہا ہوں جس طرح اونٹ جان دیتا ہے۔"

(اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۲)

مجلس انصار اللہ کا چندہ ہر ماہ کی دس تاریخ تک مرکز میں پہنچا دیں

(قائد مال)

چند مسائل

ناظم دار الافتاء ربوہ

سوال :- کیا نکاح کے بعد اگر لڑکے والے اپنے مہمانوں کے لئے چائے پارٹی کا اہتمام کریں تو یہ خلاف شریعت ہوگا۔

جواب :- شادی کی تقریب پر آنے والے مہمانوں کو کچھ کھلانا یا پلانا اصولاً منع نہیں۔ نہ لڑکے والوں کی طرف سے نہ لڑکی والوں کی طرف سے البتہ خوشی کی ایسی تقریبات میں چونکہ بعض لوگ حد کے اندر نہیں رہتے اسراف کی طرف جھک جاتے ہیں یا کسی رسم کے پابند ہو جاتے ہیں۔ اس لئے معاشرہ کو بری رسوم اور فضول اخراجات سے بچانے کے لئے نظام سلسلہ کی طرف سے بعض اوقات پابندی لگادی جاتی ہے۔ ایسے ہی خدشات کے پیش نظر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے یہ پابندی لگائی ہے کہ لڑکی والے خلیفہ وقت سے اجازت حاصل کئے بغیر مقامی برات کو کچھ نہ کھلائیں اور نہ ایسے مشروبات کا انتظام کریں جن پر کچھ اٹھتا ہے۔

لڑکے والوں کے لئے بھی بہتر یہ ہے کہ وہ ایسی رسموں میں نہ پڑیں اور اس روح کو سامنے رکھیں جو ممانعت کے پیچھے کارفرما ہے۔ ان کے لئے اصل مسنون طریق ولیمہ ہے جو رخصتانہ کے بعد ہوتا ہے۔ لہذا وہ اسی پر اکتفا کریں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایک بار فرمایا :-

"میرے نکاح کے موقعہ پر دفتر والوں نے مجھے فون کیا کہ مٹھائی دیں مگر میں نے کہا یہ جائز نہیں۔ یہ چند روپوں کا سوال نہیں بلکہ شریعت کے احترام کا سوال ہے۔ شریعت نے ولیمہ رکھا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں اس لئے میں مٹھائی وغیرہ کو جائز نہیں سمجھتا۔ ایسی باتیں قوم کے لئے نقصان کا موجب ہو جایا کرتی ہیں جب ایک شخص مٹھائی کھلاتا ہے تو پھر دوسرے بھی اس کو ضروری سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ اور پھر ہر ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ولیمہ تین دن ہے اس کے بعض لوگ یہ معنی بھی کرتے ہیں کہ ولیمہ تین روز کے اندر اندر ہی ہو سکتا ہے یعنی اس عرصہ کے اندر اندر کر دیا جائے مگر دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ دعوت ولیمہ تین روز سے زیادہ ممتد نہیں ہونا چاہیئے

اس دعوتِ ولیمہ کو اور بڑھانے جانے اور پھر مٹھائیاں وغیرہ تقسیم کرنا سب بدعات ہیں جن سے پرہیز لازم ہے۔" (الفضل ۱۲ جولائی ۱۹۶۲ء)

سوال:- ظہر کی نماز کا وقت کتنے بجے سے کتنے بجے تک رہتا ہے؟

جواب:- نماز کے اوقات رفتارِ سورج کی علامات کے مطابق مقرر کئے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے ظہر کا خالص وقت زوال سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ ہر چیز کا سایہ اس کی لمبائی کے برابر (یعنی ایک مثل) نہ ہو جائے۔ اس میں زوال کے وقت کا سایہ شامل نہ ہوگا۔ اس کے بعد ہر چیز کا دوگنا (یعنی دو مثل) سایہ ہو جانے تک ظہر اور عصر کا وقت مشترک ہوگا یعنی اس وقت میں اگر کوئی ظہر کی نماز پڑھے تو اس کے لئے وہ ظہر کا وقت ہوگا۔ اور اگر کسی نے ظہر پہلے پڑھ لی ہو اور اس وقت وہ عصر پڑھنا چاہے تو اس کے لئے یہ عصر کا وقت ہوگا۔ دو مثل کے بعد خالص عصر کا وقت شروع ہو جائے گا جو سورج ڈوبنے سے کچھ عرصہ پہلے تک رہے گا۔ وقت کی یہ تعیین مختلف احادیث پر مجموعی رنگ میں غور کرنے سے ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور نے ظہر کی نماز ایسے وقت میں پڑھی جبکہ سورج ڈھلنا شروع ہوا اور عصر کی نماز ایسے وقت میں کہ ابھی ہر چیز کا سایہ اس کی لمبائی کے برابر یعنی ایک مثل ہوا تھا۔ پھر دوسرے دن ظہر کی نماز دیر کر کے ایسے وقت میں پڑھی جبکہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل تھا اور یہ وہی وقت تھا جس میں پہلے دن آپ نے عصر پڑھی تھی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

صلّى الظهر حين زالت الشمس ... فصلى العصر حين صار ظلّ كل شيء مثله ... وفى اليوم الثانى ... صلى الظهر حين صار ظلّ كلّ شيء مثله ... لوقت العصر بالامس (نسائی ترمذی بحوالہ نیل الاوطار صفحہ ۳)

اس حدیث سے واضح ہے کہ آپ نے دوسرے دن ظہر کی نماز عین اس وقت پڑھی تھی جس میں اس سے پہلے دن آپ نے عصر کی نماز پڑھی تھی اور یہ صورت اس رائے کی صحت کا ثبوت ہے کہ دوسری مثل کا وقت مشترک بين الظهر والعصر تھا۔

سابق ائمہ میں سے حضرت امام مالک بھی اس وقت کے کچھ حصہ کو دونوں نمازوں کے لئے مشترک مانتے ہیں۔ چنانچہ صاحب نیل الاوطار لکھتے ہیں۔

ذهب الهادى ومالك وطائفة من العلماء انه (يعنى اذا صار ظل كل شيء مثله) يدخل وقت العصر ولا يخرج وقت الظهر.
(نیل الاوطار صفحہ ۳۲)

باقی رہا گھنٹوں کے اعتبار سے ظہر کی تعیین کا سوال تو اس کا تعلق ہر علاقہ کے جغرافیائی اور موسمی حالات سے ہے۔ نیز اس میں لوگوں کی سہولت زیادہ سے زیادہ جمع ہونے کو بھی مدِنظر رکھنا چاہیئے۔

پس ان اصولوں کو مدِنظر رکھ کر زوال سے لے کر دو مثل سایہ تک کے دوران جو وقت مناسب ہو وہ بمشورہ مقتدیان مقرر کر لیا جائے۔ لیکن اگر کوئی مانع اور روک نہ ہو تو جلدی نماز پڑھ لینے میں بہرحال برکت ہے۔

سیدنا عمرؓ اور نماز باجماعت

ابن ابی حثمہ روایت کرتے ہیں کہ امیرالمومنین حضرت عمر بن الخطاب نے سلیمان بن ابی حثمہ کو صبح کی نماز میں نہ دیکھا۔ آپ نماز سے فارغ ہو کر بازار کی طرف تشریف لے گئے۔ سلیمان کا گھر بھی اسی طرف تھا۔ راستہ میں سلیمان کی والدہ کو دیکھا تو فرمایا کیا بات ہے آج میں نے سلیمان کو صبح کی نماز میں نہیں دیکھا تو ان کی والدہ نے کہا رات بھر نوافل پڑھتے رہے۔ صبح آپ کی آنکھ لگ گئی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

"اگر وہ صبح کی نماز میں آتے تو ساری رات کے نوافل کی ادائیگی سے میرے نزدیک بہتر تھا۔" (موطا العمل فی صلوٰۃ الجماعت)

امیرالمومنین عمر فاروق نے اپنے عمال کو لکھا تھا کہ سب سے زیادہ توجہ نماز پر دو کیونکہ جس نے حفاظت کی اور اس پر مداومت کی اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے نماز کو ضائع کیا وہ باقی سب چیزوں کو ضائع کرنیوالا ہے۔ (موطا وقوت الصلوٰۃ)

نماز بروقت

فخلف من بعد خلفٌ اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات۔

ان کے بعد ایسے لوگ جانشین ہوئے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا اور خواہشات کی پیروی کی۔ مفسرین نے اس آیت میں اضاعت نماز سے وقت کی عدم پابندی مراد لی ہے۔

منشی اروڑے خان صاحب رضی اللہ عنہ

جنہیں دونوں جہان میں مسیح پاک کی رفاقت نصیب ہوئی

ایڈیٹر

آنانکہ گشت کوچۂ جاناں مقام شان ثبت است بر جریدۂ عالم دوام شان
ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق میرد کسے کہ نیست مرامش مرام شان
(مسیح موعودؑ)

پہلی بیعت کی سعادت۔

حضرت منشی اروڑے خان صاحب دعوے سے پہلے ہی حضور کے متعلق حسنِ ظن رکھتے تھے۔ ابتدائی ملاقات ان کی حضور سے ۱۸۸۴ء کے قریب بٹالہ میں ہوئی۔ طبیعت شروع سے مذہبی تھی۔ حضور نے جب بیعت کے لئے اشتہار جاری فرمایا تو اشتہار کپورتھلہ بھی بھجوایا۔ حضرت منشی صاحب فوراً لدھیانہ روانہ ہو گئے۔ اور ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو ان چالیس خوش نصیبوں میں سے ہو گئے۔ جنہوں نے پہلے دن مسیح پاک کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر اسلام کو سربلند کرنے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ کسی نے پوچھا جب حضرت اقدس نے دعوے کیا تو آپ کو گھبراہٹ تو نہ ہوئی۔ فرمایا گھبراہٹ تو اس کو ہوتی جنہوں نے اس کو دیکھا نہ تھا ہم نے اس کو دیکھ لیا تھا۔ پھر ہم کیوں گھبراتے۔ اس کے منہ نے ہمیں بتا دیا تھا کہ وہ سچا ہے اور جو کہتا ہے حق کہتا ہے۔ ٹھیک کہا تھا مولانا روم نے ؎

در دل ہر امتی کز حق مزہ است ؛ روئے و آواز پیمبر معجزہ است

کس طرح صیغہ واحد سے حضور کا ذکر کرتے ہیں۔ میں نے پڑھا تو حضرت ابو ہریرہ یاد آ گئے جو بھی کہتے قال حبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خلیلی صلی اللہ علیہ وسلم۔ میرے دوست صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غیریت کے سب پردے چاک کر دیئے۔ کتنی اپنائیت ہے ان الفاظ میں۔

ہر سفر میں ہمرکاب ۔۔۔

وہ کہتے ہیں پھر ہر ابتلاء کے وقت خدا نے ہمارے قدم کو مضبوط کیا۔ آتھم جب بوجہ رجوع کے نہ مرا اور میعاد ختم ہوگئی تو یہ قادیان میں تھے۔ ساتھیوں سے رقم اکٹھی کر کے نذرانہ پیش کی اور کہا ہم نے پیشگوئیوں کے لئے اسے نہ مانا تھا بلکہ اس کی اور ہی باتیں تھیں جس نے ہمیں اس سے پیوستہ کر دیا۔ ہر سفر میں حضور کے ہمرکاب رہے۔ سوائے سفر جہلم اور حضور کے آخری سفر لاہور کے۔ دہلی حضور تشریف لے گئے تو مخالفت بڑھی۔ گالیاں اور پتھراؤ پر نوبت پہونچی تو کپورتھلہ کے تینوں مخلصوں آپ، منشی ظفر احمد صاحب اور محمد خان صاحب کو لکھا آپ لوگوں کو ٹی تو ایسے میں شامل کرنا چاہتا ہوں فوراً آجاؤ۔ کچہری سے ہی سیدھے روانہ ہوگئے۔ گھر بھی نہ گئے۔ یہ بھی نہ دیکھا کہ کرایہ جیب میں ہے یا نہیں۔ کیا کہتے ہیں صاحب فکر یہی مطلب تھا فوراً آؤ گا کہ گھر سے کوئی کپڑا بھی نہ لے۔ کرایہ بھی جیب میں نہ ٹٹولے۔ یہ صاحب دل تھے۔ دل کی آواز پر لبیک کہتے تھے۔ عشق کی نفیری پر رقص کرتے تھے۔

حضرت منشی اروڑے خان صاحب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین سو تیرہ صحابہ میں سے جنانہ اور عشق میں گداز صحابی تھے۔ ازالہ اوہام میں آسمانی جوہری اپنے اس جوہر کا تعارف یوں کرواتے ہیں۔

حبّی فی اللہ منشی محمد اروڑا نقشہ نویس مجسٹریٹی۔ منشی صاحب محبت اور خلوص اور ارادت میں زندہ دل آدمی ہیں۔ سچائی کے عاشق اور سچائی کو بہت جلد سمجھ جاتے ہیں۔ خدمات کو نہایت نشاط سے بجالاتے ہیں بلکہ وہ تو دن رات اس فکر میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی خدمت مجھ سے صادر ہو جائے۔ عجیب منشرح الصدر اور جاں نثار آدمی ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ان کو اس عاجز سے ایک نسبت عشق ہے۔ شاید ان کو اس سے بڑھ کر اور کسی بات سے خوشی نہیں ہوتی کہ اپنی طاقتوں اور اپنے مال اور اپنے وجود کی ہر یک توفیق سے کوئی خدمت بجا لاویں۔ وہ دل و جان سے وفادار اور مستقیم الاحوال اور بہادر آدمی ہیں خدا تعالیٰ ان کو جزائے خیر بخشے۔" (ازالہ اوہام روحانی خزائن ص ۵۳۲)

چپڑاسی سے تحصیلدار ۔۔۔

شروع میں کچہری میں چپڑاسی بھرتی ہوئے دیانت، محنت، قابلیت اور مسیح پاک کی برکت سے اللہ کے فضل سے تحصیلداری سے ریٹائر ہوئے۔ ریاست کی سرکار سے خان صاحب کا خطاب ملا۔ فرمایا کرتے۔

اس کی باتوں کو کیسا سچا ثابت کیا ہے کہ سچائی کے کاموں کے کرنے میں یہ شخص بہادر ہے۔ بہادر پٹھان ہوتے ہیں۔ میں ذات کا چھیمبا۔ خدا نے اس کی بات کو پورا کرنے کے لئے مجھے خان صاحب کا خطاب دلوایا۔ آپ اس شمع کے پروانے تھے جو قادیان میں جلائی گئی۔ جب ذرا فراغت ہوئی گھر سے کمبل منگوایا اور کچہری ختم ہوتے ہی قادیان روانہ ہو جاتے۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنے مجسٹریٹ سے کہا میں قادیان جانا چاہتا ہوں مجھے چھٹی دے دیں۔ اس نے انکار کیا انہوں نے کہا۔ میں نے قادیان ضرور جانا ہے۔ اس نے کہا بہت کام ہے اس وقت آپ کو چھٹی نہیں دی جا سکتی۔ آپ نے کہا بہت اچھا آپ کا کام ہوتا رہے۔ میں تو آج سے بد دعائیں لگ جاتا ہوں اگر آپ نہیں جانے دیتے تو نہ جانے دیں۔ آخر اس مجسٹریٹ کو ایسا سخت نقصان پہنچا کہ وہ سخت ڈر گیا اور جب بھی ہفتے کا دن ہوتا وہ عدالت والوں سے کہتا۔ آج کام ذرا جلدی بند کر دینا منشی صاحب کی گاڑی کا وقت نکل جائے گا۔ (سیرت ظفر)

حضور سے عشق۔

جب آتے حضور کے لئے کوئی نیا تحفہ لاتے۔ بعض دفعہ تانگہ سے اترتے سیدھے ڈیوڑھی پر پہونچتے۔ حضور سے ملاقات کرتے اسی وقت واپس لوٹ جاتے۔ حضور فرماتے منشی جی اتنی جلدی؟ عرض کرتے بس زیارت کے لئے آیا تھا۔ اور یہ شعر حضرت اقدس کا پڑھا کرتے ؎

ذاتِ پاکت میں است یار یکے ✤ دل یکے جان یکے نگار یکے

تیری ذاتِ پاک کا ہمارے لئے دوست ہونا کافی ہے۔ دل بھی ایک ہے جان بھی ایک اس لئے محبوب بھی ایک ہی ہونا چاہیئے۔ (الفضل یکم نومبر ۱۹۱۹ء)

جب آتے حضور کے پاؤں سے لپٹ جاتے۔ پاؤں دبانے لگ جاتے بعض دفعہ جو آپ نے ہاتھ بڑھایا حضور نے پیر آگے کر دیئے۔ قادیان آتے تو شور مچ جاتا منشی جی آ گئے۔ اکثر صاحبزادگانِ مسیح پاک کو قاصد بناتے۔ ایک دفعہ حضرت میاں بشیر احمد صاحب کو بھجوایا وہ بچے تھے۔ حضور کا دامن پکڑ کر باہر لے آئے۔ حضور نے ہنس کر فرمایا منشی آپ کے پیادے سخت ہیں۔

ان کے اخلاص، فدائیت اور محبت کی بناء پر ہی حضور نے ان کے ایک دوست اور اپنے صحابی محمد خان کو لکھا "مجھے آپ سے اور منشی اروڑا صاحب اور دوسرے کپورتھلہ کے دوستوں سے دلی محبت ہے...

میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ اس دنیا میں اور آخرت میں خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے میرے ساتھ ہوں گے اور آپ ان دوستوں میں سے ہیں جو بہت ہی کم ہیں۔ آپ نے دلی محبت سے

ساتھ کیا اور ہر ایک موقعہ پر صدق دکھلایا۔ (بدر یکم اکتوبر ۱۹۰۸ء)

فقیر ہو گیا۔

۱۹۱۳ء میں پنشن لے لی۔ حکام پر آپ کی محنت، دیانت، صحیح مشورہ کا بہت اثر تھا۔ وہ فارغ نہ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن آپ نے اصرار سے پنشن لے لی۔ رخصت ہوتے وقت انگریز وزیر اعظم ریاست سے ملے تو اس نے کہا "تم فقیر ہو گیا۔ حضرت منشی صاحب نے کہا ہاں صاحب میں فقیر ہو گیا۔ ۱۹۱۵ء میں قادیان آ گئے۔ فقیر نے درِ حبیب پر دھونی رمالی۔ ایک تاریک سی کوٹھڑی میں رہنے لگے۔ نہایت سادہ لباس۔ گرمیوں میں کلاہ نامی ٹوپی، اور لنگی کرتا، سردیوں میں لنگی کرتا اور تہبند اور پرانا کوٹ اور لوئی۔ سالن خود پکاتے۔ روٹی لنگر خانہ سے خریدتے۔ ایک بار روٹی بھی خود پکانے کا ارادہ کیا لیکن پک نہ سکی۔ چارپائی کے قریب اُپلے اور راکھ کا ڈھیر ہوتا۔ ایسی مستانہ شان سے رہتے تھے کہ کوئی شخص جو جانتا ہو وہم بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ شخص تحصیلدار رہا ہے۔

کیا خوب کہا عدم نے ؎

جو بھی تیرے فقیر ہوتے ہیں
آدمی بے نظیر ہوتے ہیں

ہر وقت یا قرآن پڑھتے یا مسیح پاک کا منظوم اور غیر منظوم کلام۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارتوں کی عبارتیں زبانی یاد تھیں۔

ایک بار کسی شخص نے دوران تبلیغ کہا ہم نے مسیح موعود کو مانا ہے تو خسارہ میں نہیں رہے۔ اگر جھوٹے بھی ہوں تو .... آپ نے سنا تو اس شخص سے سخت ناراض ہو گئے اور فرمایا۔

"تم نے یہ کیوں کہا اگر جھوٹے بھی ہوں ...... وہ جھوٹا نہیں تھا وہ سچا تھا۔ اس کے لئے اگر ہمیں دوزخ ملے تو ہم بہشت کو اس پر قربان کر دیں گے۔" (الفضل نومبر ۱۹۱۹ء)

اہل بیت مسیح موعود سے محبت کا یہ عالم تھا کہ امّ المومنین آپ کی کوٹھڑی کے پاس سے گزرتیں تو کھڑے ہو جاتے۔ اور کہتے السلام علیکم

رشوت تو نہیں لی؟

ایک دفعہ کسی نے ہنس کر کہا بابا! کبھی رشوت تو نہیں لی تھی۔ منشی صاحبؓ ایک خاص قسم کی سنجیدگی جو جوشِ صداقت سے مملو تھی طاری ہوئی۔ اور سائل کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں نے جب تک نوکری کی اور جس

طرح اپنے فرض کو ادا کیا اور جس دیانت سے کیا ہے اور جو فیصلے کئے ہیں اور جس صداقت اور ایمانداری کے ساتھ کئے ہیں اور پھر جس طرح ہر قسم کی نجاستوں سے اپنے دامن کو بچایا ہے۔ سب باتیں ایسی ہیں کہ اگر ان کو سامنے رکھ کر میں اپنے خدا سے دعا کروں تو ایک تیر انداز کا تیر خطا کر سکتا ہے۔ لیکن میری وہ دعا ہرگز خطا نہیں کر سکتی ؎

ملتا تھا عرش سے اسے کچھ اس طرح جواب
اس کی دعا کا جیسے وہاں انتظار تھا

عشق میں گداز صحابی ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ان کا تعلق عشق کا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کرتے تو آنکھیں ڈبڈبا آتیں۔ ایک موقعہ پر مسجد اقصیٰ میں جلسہ تھا۔ یہ حضور کے پاس بڑی مشکل سے اندر پہنچے۔ لوگوں کا باہر بھی ہجوم تھا حضرت عرفانی صاحب نے کہا۔ باہر بھی لوگ حضور کی زیارت کے لئے بے تاب ہوئے جا رہے ہیں۔ منشی صاحب کو گمان ہوا ہو گا شائد حضور باہر تشریف لے جائیں۔ دامن تھام لیا۔ حضور نے دیکھا تو تبسم فرمایا۔ نہایت محبت بھرے الفاظ میں فرمایا۔ منشی جی میں وہاں نہیں جاتا۔ عقل و فکر کے آداب کچھ ہوں عشق کے انداز نرالے ہوتے ہیں۔ زبانوں پر پہرے بٹھا دیئے جائیں تو پیازی اشک غمازی کرتے ہیں۔ ہاتھ باندھ دیئے جائیں تو کپکپاتے ہونٹ اظہار کرتے ہیں۔

حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ کا بیان ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند حضرت میاں بشیر احمد صاحب کی آنکھ سے ایک نظارہ کیجئے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"میرے الفاظ کو وہ پیمانہ میسر نہیں ہے جس سے ان بزرگوں کی محبت کو ناپا جا سکے۔ مگر ایک ادنیٰ مثال یوں سمجھی جا سکتی ہے کہ جس طرح ایک عمدہ اسفنج کا ٹکڑا پانی کو جذب کر کے پانی کے قطروں سے اس طرح بھر جاتا ہے کہ اسفنج اور پانی میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا اور نہیں کہہ سکتے کہ کہاں پانی ہے اور کہاں اسفنج۔ اسی طرح ان پاک نفس بزرگوں کا دل بلکہ ان کے جسم کا رُواں رُواں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت سے لبریز تھا۔ مجھے خوب یاد ہے اور اس واقعہ کو میں کبھی بھول نہیں سکتا کہ جب ۱۹۱۶ء میں مسٹر والٹر آنجہانی جو آل انڈیا وائی۔ ایم۔ سی۔ اے

کے سیکرٹری تھے اور سلسلہ احمدیہ کے متعلق تحقیقات کرنے کے لئے قادیان آئے تھے۔ انہوں نے قادیان آکر یہ خواہش کی کہ مجھے بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے کسی پرانے صحابی سے ملایا جاوے۔ اس وقت منشی اروڑے خان صاحب مرحوم قادیان میں تھے۔ مسٹر والٹر کو منشی صاحب مرحوم کے ساتھ مسجد مبارک میں لایا گیا۔ مسٹر والٹر نے منشی صاحب سے رسمی گفتگو کے بعد یہ دریافت کیا کہ آپ پر مرزا صاحب کی صداقت میں سب سے زیادہ کس دلیل نے اثر کیا۔ منشی صاحب نے جواب دیا کہ میں زیادہ پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں اور زیادہ علمی دلیلیں نہیں جانتا مگر مجھ پر جس بات نے زیادہ اثر کیا وہ حضرت صاحب کی ذات تھی جس سے زیادہ سچا اور زیادہ دیانتدار اور خدا پر زیادہ ایمان رکھنے والا شخص میں نے نہیں دیکھا۔ انہیں دیکھ کر کوئی شخص یہ نہ کہہ سکتا تھا کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔ باقی میں تو ان کے منہ کا بھوکا ہوں۔ مجھے زیادہ دلیلوں کا علم نہیں۔ یہ کہہ کر منشی صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد میں اس قدر بے چین ہو گئے کہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اور روتے روتے ان کی ہچکی بندھ گئی۔ اس وقت مسٹر والٹر کا یہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ اور ان کے چہرے کا رنگ ایک دھلی ہوئی چادر کی طرح سفید پڑ گیا تھا اور بعد میں انہوں نے اپنی کتاب" احمدیہ موومنٹ" میں اس واقعہ کا خاص طور پر ذکر بھی کیا اور لکھا کہ جس شخص نے اپنی صحبت میں اس قسم کے لوگ پیدا کئے ہیں۔ ہم اسے کم از کم دھوکے باز نہیں کہہ سکتے۔۔۔"

اس کے بعد حضرت میاں صاحب مسیح ناصری اور مسیح محمدی کے حواریوں کا موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"خدا کے برگزیدہ محمدی مسیح کو ایسے جاں نثار پروانے عطا ہوئے جن کی روح کی غذا مسیح کی محبت تھی اور جو ہر وقت اس انتظار میں رہتے تھے۔ کہ میں اپنے آقا پر قربان ہونے کا کب موقعہ ملتا ہے" (الفضل ۴ ستمبر ۱۹۴۱ء)

حضرت مصلح موعودؓ کی آنکھ نے کیا دیکھا۔

عشق و محبت کا ایک اور منظر یہ دیکھئے جسے مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی آنکھ نے دیکھا اور ملاحظہ فرمایئے کہ مسیح پاک کے جاں نثار صحابہ نے عشق و محبت کی کیسی مثالیں قائم کیں۔ انہوں نے عشق و محبت کے میدانوں میں انمٹ نقوش چھوڑے جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوں گے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

"مجھے وہ نظارہ نہیں بھول سکتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے کہ ایک دن باہر کسی نے مجھے آواز دے کر بلایا اور خادمہ یا کسی بچے نے بتایا کہ دروازہ پر ایک آدمی کھڑا ہے اور وہ آپ کو بلا رہا ہے۔ میں باہر نکلا تو منشی اروڑے خان صاحب مرحوم کھڑے تھے۔ وہ بڑے تپاک سے آگے بڑھے اور مجھ سے مصافحہ کیا۔ اور اس کے بعد انہوں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے انہوں نے اپنی جیب سے دو یا تین پونڈ نکالے اور مجھے کہا یہ اماں جان کو دے دیں اور یہ کہتے ہوئے ان پر رقت طاری طاری ہوگئی اور وہ چیخیں مار کر رونے لگے۔ ان کے رونے کی کیفیت اس قسم کی تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے بکرے کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ میں کچھ حیران سا ہوگیا کہ یہ کیوں رو رہے ہیں۔ مگر میں خاموش کھڑا رہا۔ اور انتظار کرتا رہا کہ وہ خاموش ہوں تو ان کے رونے کی وجہ دریافت کروں۔ اس طرح وہ کئی منٹ تک روتے رہے۔ منشی اروڑے خان صاحب نے بہت ہی معمولی ملازمت سے ترقی کی تھی۔ پہلے کچہری میں وہ چپڑاسی کا کام کرتے تھے۔ پھر اہلمد کا عہدہ آپ کو مل گیا۔ اس کے بعد نقشہ نویس ہوگئے۔ پھر اور ترقی کی تو سررشتہ دار ہوگئے۔ اس کے بعد ترقی پاکر نائب تحصیلدار ہوگئے اور پھر تحصیلدار بن کر ریٹائر ہوئے۔ ابتدا میں ان کی تنخواہ دس پندرہ روپے سے زیادہ نہیں ہوتی تھی۔ جب ان کو ذرا صبر آیا۔ تو میں نے ان سے پوچھا آپ روتے کیوں ہیں؟ وہ کہنے لگے میں غریب آدمی تھا۔ مگر جب بھی مجھے چھٹی ملتی قادیان آنے کے لئے چل پڑتا۔ سفر کا بہت سا حصہ پیدل ہی طے کرتا تھا تاکہ سلسلہ کی خدمت کے لئے کچھ پیسے بچ جائیں۔ مگر پھر بھی روپیہ ڈیڑھ روپیہ خرچ ہوجاتا۔ یہاں آکر جب میں امراء کو دیکھتا کہ وہ سلسلہ کی خدمت کے لئے بڑا روپیہ خرچ کر رہے ہیں تو میرے دل میں خیال آتا۔ کاش میرے پاس بھی روپیہ ہو اور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بجائے چاندی کا تحفہ لانے کے سونے کا تحفہ پیش کروں۔ آخر میری تنخواہ کچھ زیادہ ہوگئی (اس وقت ان کی تنخواہ شائد بیس پچیس روپے تک پہنچ گئی تھی) اور میں نے ہر مہینہ کچھ رقم جمع کرنی شروع کردی۔ اور میں نے اپنے دل میں یہ نیت کی کہ جب یہ رقم اس مقدار کو پہنچ جائے گی تو میں چاہتا ہوں کہ میں اسے پونڈ کی صورت میں تبدیل کرکے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کردوں۔ پھر کہنے لگے جب میرے پاس ایک پونڈ کے قریب جمع ہوگئی تو وہ رقم دے کر میں نے ایک پونڈ لے لیا۔ پھر دوسرے پونڈ کے لئے رقم جمع کرنی شروع کردی اور جب کچھ عرصہ کے بعد اس کے

لئے رقم جمع ہوگئی تو دوسرا پونڈ لے لیا۔ اس طرح میں آہستہ آہستہ کچھ رقم جمع کرکے انہیں پونڈوں کی صورت میں تبدیل کرتا رہا۔ اور میرا منشاء یہ تھا کہ میں یہ پونڈ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کروں گا۔ مگر جب دل کی آرزو پوری ہوگئی اور پونڈ میرے پاس جمع ہوگئے تو ــ یہاں تک پہنچے تھے کہ پھر ان پر رقّت کی حالت طاری ہوگئی اور وہ رونے لگ گئے۔ آخر روتے روتے انہوں نے اس فقرے کو اس طرح پورا کیا کہ جب پونڈ میرے پاس جمع ہوگئے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہوگئی۔" ۱

(الفضل مورخہ ۲۸ اگست ۱۹۴۱ء)

صحابہ حضرت مسیح موعودؑ ــ

اللہ نے جب زمانہ کے مفاسد کی اصلاح کے لئے ایک دردمند رسول عربی (فداہ ابی و امی) کے عشق میں گداز قلب کو منتخب فرمایا تو اس کے لئے اصحاب بھی ایسے چنے جن کا خمیر عشق کی مٹی سے اٹھایا گیا تھا۔ اگر قادیان کی سرزمین میں اس نے اپنے ہاتھ سے شمع روشن کی تو پروانوں کا بھی اس نے ہی انتخاب فرمایا۔ کوئی بھیرہ سے آیا تو کوئی سیالکوٹ سے، کسی نے جہلم کی وادی سے عشق و محبت کے راگ الاپے تو کسی مست نے کپورتھلہ کی سرزمین سے صدائے الست بلند کی۔ اگر غلام محمدؐ کے اخلاق بے نظیر تو ان کا عشق بھی بے داغ تھا۔ جب اس مقدس باغبان نے گلشن اسلام کو سینچنے کے لئے عشاق کو بلایا تو ہتھیلی پر جان رکھ کر یہ جان نثار آپہنچے۔ اور اپنے خون سے اس نخلستان کی آبیاری کی اور زمانہ نے دیکھا کہ وہ باغ جو مرجھا چکا تھا۔ وہ درخت جن کے پتے گر چکے تھے۔ وہ پھر سبز ہونا شروع ہوئے۔ کونپلیں نمودار ہونے لگیں۔ وہ کھوئے ہوئے اخلاق جو ناپید ہو چکے تھے۔ ان کے ذریعہ پھر قائم ہوئے۔

دنیا نے محبت و عقیدت کے مظاہرے دیکھے۔ فدائیت اور جاں نثاری کے کرشمے ظاہر ہوئے۔ دیانت اور صداقت قائم ہوئی، دنیا کی محبت کی بجائے دین کو ہر رنگ میں مقدم کیا گیا۔ انہوں نے اپنا سب کچھ اسلام کے لئے قربان کردیا۔ یہ روحانیت کے بلند مینار تھے جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تعمیر فرمایا۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے دلائل تھے۔ یہ مسیح محمدی کے حواری تھے جو سو جانوں سے مسیح پر نثار ہوتے تھے۔ یہ جب تک زندہ رہے عشق و وفا کا بازار گرم تھا۔ بزرگ اصحابہ کا دور ختم ہورہا ہے۔ وہ آنکھ اب خال خال نظر آتی ہے جس نے مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا تھا۔ جو صحابی باقی ہے وہ چراغ سحری ہے۔ تابعین کہلانے والو، تابعین ہم تبھی کہلائیں گے۔ جب انکی پیروی کریں گے۔

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کی

بعض روایات

مرتبہ مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور ربوہ) ۔

میاں نذر محمد صاحب چنیوٹ

(خاکسار ۹/۲۴ کو ایک تبلیغی دورہ پر چنیوٹ آیا تو میاں نذر محمد صاحب نے مجھے یہ روایات لکھوائیں۔ (عبدالرحمٰن انور)

۱۹۰۷ء کا واقعہ ہے کہ عیدالفطر کے موقعہ پر جبکہ مسجد اقصےٰ قادیان میں نمازیوں کچھ زیادہ تھی مسجد کے صحن میں جگہ نہ ملنے کی وجہ سے مسجد کے جانب جنوب جو ہندوؤں کے مکان تھے ان میں سے ایک مکان کی چھت پر چڑھ گئے۔ تاکہ وہاں نماز ادا کرسکیں (ان کے چھت کا لیول مسجد کے صحن سے تھوڑا سا اونچا تھا) اس پر ان ہندوؤں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دیں میں اس وقت بچہ تھا اور حضرت صاحب کی دائیں طرف نماز پڑھ رہا تھا۔ اس موقعہ پر ہندوؤں نے ان کی چھت پر نماز پڑھنے والے احمدیوں کو کچی مٹی کے ڈھیلے بھی مارے تھے۔

نماز عید سے فارغ ہونے کے بعد خطبہ میں حضور نے اعلان فرمایا کہ ہماری طرف سے کوئی دوست ہندوؤں کو جواباً کچھ نہ کہیں اور صبر کی تلقین فرمائی ۔ خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد مجھے کسی بزرگ نے فرمایا کہ جاؤ اور ایک سکھ بڑھئی موجودہ مدرسہ احمدیہ والی جگہ کے اندر رہتا ہے اسے بلالو۔ چنانچہ میں اس بڑھئی کو بلا لایا۔ اور اسی دن مسجد کے صحن میں ہندوؤں کی چھتوں کے ساتھ لکڑیاں گاڑ کر ان کے ساتھ تاریں باندھ دی گئیں تاکہ کوئی دوست ان ہندوؤں کے مکانوں کی چھت پر نہ چڑھ سکیں۔ میں ان دنوں قادیان پانچویں جماعت میں پڑھا کرتا تھا۔ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب ہمارے منتظم ہوا کرتے تھے۔

انہی دنوں قادیان کی ڈھاب میں کشتی الٹنے کا واقعہ ہوا۔ میں بھی اس کشتی میں سوار ہونا چاہتا تھا لیکن

مجھے ایک شخص غلام حسین نے جو اس وقت جوان تھے کشتی میں سوار نہ ہونے دیا اور کہا بھاگ جاؤ۔ میرے وہاں سے چلے جانے کے بعد کشتی الٹ گئی۔ میں واپس آرہا تھا کہ میں نے حضرت مرزا محمود احمد صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) کو ڈھاب کے قریب ہی دیکھا جو ایک بڑھیا عورت کو اس کا خط سنا رہے تھے۔ میں آگے گزر کر دھوبی کے پاس چلا گیا۔ جب واپس آیا تو کشتی کے الٹنے کے واقعہ کا علم ہوا۔ جب اس واقعہ کی اطلاع حضرت صاحب کو ملی تو آپ نے فرمایا کہ فوراً سب طلباء کی حاضری لی جائے۔ اور جو نہ ملے اسے فوراً تلاش کیا جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب کشتی ڈوبی تو فوری طور پر حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب اور بھائی عبدالرحمن صاحب نے ڈھاب میں چھلانگیں لگا دیں۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا ہے اور کوئی ڈوبا نہیں۔ پھر معلوم ہوا کہ حضور نے فرمایا کشتی کو جلا دو۔ بالآخر ایک پیڑ سے اسے باندھ کر ڈھاب میں ڈبو دیا گیا اور پھر ۸، ۹ ماہ کے عرصہ تک میں نے اسے ڈھاب میں تیرتا نہیں دیکھا۔

انصار اللہ کے نقشِ قدم پر

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انصار کا ذکر فرمایا ہے اور پھر ان کی قربانیاں بھی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند تھیں ...... اگر آپ لوگ جو انصار اللہ ہیں ان کے نقشِ قدم پر چلیں تو یقیناً اسلام اور احمدیت دور دور تک پھیل جائے۔" (راہِ ہدیٰ [۴۴])

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت اشاعتِ اسلام کی بابرکت مہم عالمگیر رنگ میں جاری فرمائی ہے۔ اسے کامیاب بنانے کے لئے تمام انصار بھائیوں کا فرض ہے کہ وہ مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ چندہ مجلس باقاعدہ ماہ بماہ اور پوری شرح سے ادا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کوششوں کو کامیاب کرے آمین

ملک محمد عبداللہ قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

نصاب امتحان انصار اللہ سہ ماہی اوّل

مجلس انصار اللہ کے منظور شدہ لائحہ عمل کے مطابق سہ ماہی اوّل کے امتحان کے لئے ۲۲ امان/مارچ برائے ربوہ اور ۲۴ امان/مارچ بروز اتوار برائے بیرونجات کی تاریخیں مقرر کی گئی ہیں اور اس امتحان کا نصاب حسب ذیل مقرر ہوا ہے۔ مجالس کو چاہیئے کہ اس کے مطابق انصار کو امتحان کی تیاری کروائیں اور کوشش کی جائے کہ زیادہ سے زیادہ انصار اس امتحان میں شامل ہوں۔

نصاب معیار اوّل

۱۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ ۵ نصف اوّل

۲۔ آیت وَآخَرِینَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوا بِھِمْ کا ترجمہ اور اس سے صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا استدلال

معیارِ دوم

معیارِ دوم کے لئے قرآن کریم کے ترجمہ کی بجائے ناظرہ قرآن کریم یا قاعدہ یسرنا القرآن۔ باقی نصاب وہی ہوگا جو معیارِ اول کے لئے مقرر ہے۔ البتہ امتحان زبانی ہوگا اور مقامی طور پر لیا جائے گا۔

نوٹ:۔ آپ کی مجلس کے جتنے اراکین امتحان میں شامل ہو رہے ہوں۔ ان کی تعداد سے براہِ کرم مرکز کو جلد اطلاع دی جائے تاکہ اسکے مطابق پرچہ سوالات بھجوایا جاسکے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

ماہانہ رپورٹ کارگزاری انصار اللہ

مجالس کا ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ ماہانہ رپورٹ کارگزاری مرکز میں بھجوانا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر مرکز کو مجالس کی کارکردگی کا علم نہیں ہو سکتا۔ مرکز کی طرف سے رپورٹ کارگزاری بھجواتے کے لئے ہر ماہ کی دس تاریخ مقرر ہے۔ جن مجالس نے ابھی تک ماہ فروری ۱۹۷۴ء کی رپورٹ مرکز میں ارسال نہیں کی ان سے درخواست ہے کہ رپورٹ جلد بھجوا کر ممنون فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

انصاراللہ کا عہد

★ ★ ★

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له

و اشهد ان محمداً عبده و رسوله

میں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاءاللہ تعالی آخر دم تک جدو جہد کرتا رہوں گا ۔ اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا ۔ نیز اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا ۔

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا ۔